رجسٹرڈ انگریزیہ (   )

رجسٹرڈ آصفیہ (۱۸۰)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ .... لے
ششماہی .... بے
سہ ماہی .... عہ

شرح چندہ
سالانہ .... لے
ششماہی .... بے
سہ ماہی .... عہ

پرانا پرچہ قیمت (۴/)

قیمت فی پرچہ (۲/)

جلد (۲) | ۲۱ خورداد سنہ ۱۳۵۱ ف | ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۱ھ | ۲۵ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء شنبہ | نمبر (۲)

ہندوستان کا مسئلہ غذا

قومی اور سیاسی پہلو

— از —

سر پی سی رے

گذشتہ بیس پچیس سال سے دنیا صحت بخش غذا کے مسئلہ کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہے۔ اور سائنس دانوں نے سائنٹفک غذا کے اجزا اور ان کے اہم عناصر کی چھان بین کرنے میں پوری کوشش صرف کی ہے۔ ہماری قدرتی غذاؤں میں جو اجزا بنیادی نوعیت کے پائے جاتے ہیں انہیں وٹامن (حیاتین) کہا جاتا ہے۔ یہ چیز اگرچہ اسی صدی کی دریافت ہے مگر علم الاغذیہ میں اسے جلد ہی کافی اہمیت حاصل ہو گئی۔ قدرتی غذاؤں کے ایک دوسرے حیات بخش جز کو پروٹین لحمی اجزا کہتے ہیں۔ غذا کا یہ قیمتی جز تمام غذاؤں میں یکساں اور مساوی نوعیت کا نہیں ہوتا بلکہ مختلف جوہر ہے (مثلاً نباتاتی غذاؤں میں جو پروٹین پائی جاتی ہے وہ ان پروٹین سے مختلف النوع ہوتی ہے جو حیوانی غذاؤں میں موجود ہے) اور کسی طرح ایک دوسرے کا نعم البدل نہیں ہو سکتی۔ پروٹین (لحمی اجزا) کی نوعیت کا اختلاف غذائیت کے معیار میں بہت بڑا فرق پیدا کر سکتا ہے۔ یہ باتیں بھی گذشتہ بیس سال کے اندر ہی معلوم ہوئی ہیں۔ اور جب سے انسان پر قدرت کے ان رازوں کا انکشاف ہوا ہے دنیا کی تمام تر توجہ اس طرف منعطف ہے کہ غذا کے مسئلہ پر صرف غذا کی مقدار کے لحاظ سے غور کرنا کافی نہیں ہے بلکہ غذائیت کے معیار پر توجہ دینا ضروری ہے۔ غور طلب امر صرف یہی نہیں ہے کہ لوگوں کے لئے مناسب مقدار میں غذا مہیا ہو۔ بلکہ یہ مسئلہ بھی حل طلب ہے کہ انسان کو صحیح معیار کی متوازن غذا کیونکر میسر آئے۔

معیاری غذا

جسم میں کامل توانائی حاصل کرنے کے لئے جن غذاؤں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ ان میں خوش قسمتی سے ایسی چیزیں زیادہ ہیں جو اپنی ارزانی کی وجہ سے ہر شخص کو دستیاب ہو سکتی ہیں قوت اور توانائی بخشنے والی اشیاء میں سے سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ جیسے گندم چاول وغیرہ زیادہ مہنگے نہیں ہوتے اور سب کو میسر آ سکتے ہیں۔ ان میں شکری اور نشاستی اجزا (کاربو ہائیڈریٹ) وافر مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔ جن سے انسان کے جسم میں قوت اور حرارت پیدا ہوتی ہے۔ جو تقریباً جسم انسانی کے دوسرے اعمال و افعال کے لئے ایندھن کا کام دیتی ہے خوراک میں شحمیات (فیٹس) یعنی گھی اور چربی وغیرہ کا موجود ہونا بھی اسی لئے ضروری ہے کہ یہ بھی ایندھن کا کام دیتے ہیں۔ لیکن غلہ کے مقابلہ میں ان کی ضرورت کم ہوتی ہے۔ کیونکہ روغنی اشیاء کی قوت زیادہ ہے۔

علاوہ ازیں روغنی اشیاء کی تھوڑی سی مقدار ایندھن کے لئے غلہ کی بڑی مقدار کا مقابلہ کرتی ہے۔ مگر غذائیت کی ضروریات صرف خوراک کی شکری اور نشاستی اجزا یا روغنی اشیاء سے پوری نہیں ہو جاتیں۔ بلکہ ان کی امداد کے لئے لحمی اجزا (پروٹین) کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ لحمی اجزا قوت مہیا کرتے ہیں۔ جسم کے ریشوں کی ساخت میں کام آتے ہیں۔ اور ان کے بغیر نہ تو نشوونما کی تکمیل ہو سکتی ہے اور نہ جسم کو صحیح طور پر بدل ما یتحلل حاصل ہو سکتا ہے۔

لحمی اجزا سے مراد ہماری خوراک کے وہ اجزا ہیں جو ہمارے جسم کے ریشوں اور گوشت (لحم) کی ساخت میں مدد دے کر جسم کو نشوونما کی تکمیل تک پہنچاتے ہیں اور ریشوں کا جو حصہ ہر روز تحلیل ہوتا رہتا ہے اس کا عوض وہاں مہیا کرتے جاتے ہیں اور غذا کے بعض دوسرے ضروری عناصر کے ساتھ مل کر جسم کو بہتر حالت میں محفوظ رکھتے ہیں۔ اسی بنا پر لحمی اجزا حیاتین اور ان عناصر کو جدید اصطلاح میں غذا کے حفاظتی اجزا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ لحمی اجزا (پروٹین) نباتاتی اور حیوانی دونوں قسم کی غذاؤں میں پائے جاتے ہیں مگر دالوں اور بعض دوسرے غلوں میں جو لحمی اجزا موجود رہتے ہیں۔ وہ دودھ و انڈے و گوشت کے لحمی اجزا سے کم درجہ کے ہوتے ہیں۔ افلاس اور ناداری کی وجہ سے ہندوستانیوں کو اعلیٰ درجہ کے لحمی اجزا (پروٹینز) حاصل نہیں ہوتے۔ حالانکہ اعلیٰ صحت کے لئے خوراک میں ان کا موجود ہونا ضروری ہے۔

سائنس کی رو سے یہ امر پایہ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ جو لحمی اجزا حیوانی ذرائع سے۔ مثلاً دودھ و انڈے اور گوشت سے حاصل ہوتے ہیں وہ اپنے حیات بخش حیوانی خواص کی بنا پر بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں وہ لحمی اجزا ادنیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ جو غیر حیوانی ذرائع (نباتاتی اشیاء) سے حاصل ہوتے ہیں۔ مگر دودھ و گوشت انڈے وغیرہ جن میں اعلیٰ درجے کے لحمی اجزا ہوتے ہیں گراں قیمت چیزیں ہیں (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

ہفتہ وار
مملکت
جلد (۱) ۲۱ خورداد ۱۳۵۰ف نمبر (۲)

جرمنی اور جاپان کے اتحاد کا پس منظر

بین الاقوامی سیاسیات کے متعلمین واقف ہیں کہ سنہ ۱۹۱۷ء سے جرمنی کی نظریں سائبیریا پر لگی ہوئی تھیں۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں جاپان میں اشتمالیت کے خلاف پروپگنڈا شروع ہوا۔ اس کا ردعمل جاپان پر یہ ہوا کہ اس ملک کے مدبرین پس منظر میں چلے گئے اور فوجی عہدہ داروں کو سیاسی اقتدار حاصل ہوگیا جس کے نتیجے کے طور پر روس کے خلاف جاپان اور جرمنی کے منصوبوں میں یکانگت پیدا ہوگئی اور وہ ایک دوسرے سے قریب تر ہوگئے۔ مسٹر وکہم اسٹیڈ جیسے مبصر کی رائے ہے کہ اشتمالیت کی مخالفت کے پردے میں جرمنی اور جاپان نے روس کو آپس میں تقسیم کرنے کے لئے ایک خفیہ فوجی تجویز کرلیا۔

ایسی ہیجان خیز فضاؤں میں جرائد اور علمائے سیاسیات دنیا کو نصب العینوں کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کرنے میں مصروف تھے — نازیت اور اشتمالیت۔ ہر ہٹلر اپنی تقاریر اور تحریرات میں بار بار یہ کہتا تھا کہ اشتمالیوں اور غیر اشتمالیوں کی مخالفت قدرتی اور ناگزیر ہے۔ اشتمالیت کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کا رجحان دنیا کے مزدوروں کی ایک عمومیت قائم کرنے کی طرف ہے۔ جیسا کہ پروفیسر لاسکی کہتے ہیں "اشتمالیت ایک مذہب ہے جس نے = مرحلہ اقوام کی آزادی خطرے میں ہے جگہ مذہبی آزادی بھی" لیکن روس اور جرمنی

کے مابین "میثاق عدم اقدام" کی تکمیل کے بعد ان سارے تخیلات کو دنیا شبہ کی نظروں سے دیکھنے لگی جو اشتمالیت سے متعلق رائج تھے۔

ہٹلر کی ریشہ دوانیاں

اگر ان واقعات پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے جو جاپان اور جرمنی کے مابین اشتمالیت کے خلاف معاہدہ کی تکمیل سے پہلے رونما ہوئے ہیں تو واضح ہو جائیگا کہ اس میں ہٹلر کی ریشہ دوانیوں کو کس قدر دخل ہے۔ ۱۱ر جولائی سنہ ۱۹۳۶ء کو جرمنی آسٹریا اور اٹلی کے مابین عملی طور پر مصالحت کی کوشش شروع ہوئی۔ ہسپانیہ کی خانہ جنگی جو دراصل ایک چھوٹے پیمانہ پر بین الاقوامی جنگ تھی ۱۸ر جولائی سنہ ۱۹۳۶ء کو شروع ہوئی تھی۔ ٹراٹسکی کے تقریباً نصف درجن حامیوں کو اس الزام میں سزا دی گئی کہ وہ جرمنی کی خفیہ پولس کے اشارہ پر اسٹالن کو قتل کرنے کی سازش کر رہے تھے۔ یہ واقعہ ماہ اگسٹ سنہ ۱۹۳۶ء کا ہے۔ نازیوں کے ایک اجتماع کے موقع پر ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۶ء میں ہٹلر اور گوبلز نے ہنگامہ خیز تقریریں کیں۔ ہٹلر نے ایک ہیجانی تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:۔

"بالشویت کا مقصد اقوام کے نسلی اتحاد کو مٹانا اور آریائی ورثہ کی جگہ یہودی ورثہ کو دینا ہے"

ڈاکٹر گوبلز نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا کہ:۔

"بالشویت ادنیٰ درجے کے لوگوں کی آمریت ہے جس نے دروغ بافیوں کے ذریعہ اقتدار حاصل کیا ہے۔ اس کا پروپگنڈا بین الاقوامی ہے اور ہر طرف اس کا زہر پھیلا ہوا ہے اس کا نظریہ دلکش اور جاذب نظر ہے مگر اس کا عمل ہولناک ہے۔ اس کا راستہ لاشوں سے پٹا پڑا ہے۔ اور جس سرزمین میں یہ نشوونما پا رہا ہے وہاں خون کا ایک سمندر موجیں مار رہا ہے"

جرمن سفیر ہر فان ربن ٹراپ نے لندن میں اکتوبر سنہ ۱۹۳۶ء کو اپنا خط اعتماد پیش کرنے سے پہلے ایک بیان دیا جس میں اس نے کہا کہ یورپ اور سلطنت برطانیہ کے لئے حقیقی خطرہ صرف ایک ہے اور وہ اشتمالیت کی اشاعت ہے۔

مخالف اشتمالیت میثاق۔

غرضکہ اسی نوعیت کے واقعات بتدریج ظہور پذیر ہوتے رہے جن سے ایسی فضا پیدا ہوگئی جو جرمنی اور جاپان کے مابین "مخالف اشتمالیت میثاق" کی تکمیل کے لئے بہت سازگار تھی۔ یہ میثاق ۲۵ر نومبر سنہ ۱۹۳۶ء کو عمل میں آیا اور اس کے ذریعہ یہ طے پایا کہ:۔

جرمنی اور جاپان کی حکومتیں یہ محسوس کرتی ہیں کہ بین الاقوامی اشتمالیوں کا مقصد یہ ہے کہ موجودہ مملکتوں کو ہر اس ذریعہ سے جو ان کے دسترس میں ہے ختم کردیں۔ نیز ان حکومتوں کو یہ بھی یقین ہے کہ دیگر اقوام کے اندرونی معاملات میں اشتمالیوں کی مداخلت نہ صرف داخلی امن اور معاشری فلاح کے لئے ایک خطرہ ہے بلکہ امن عالم کے لئے بھی ایسی مداخلت خطرناک ہے۔ اشتمالیوں کی ریشہ دوانیوں کی مدافعت کرنے کے لئے یہ حکومتیں متفق ہیں۔ یہ ہر دو حکومتیں عمل پر رضامند ہیں۔

(۱) فریقین معاہدہ (جرمنی اور جاپان) پر لازم ہوگا کہ بین الاقوامی اشتمالیوں کی خفیہ سرگرمیوں سے ایک دوسرے کو باخبر رکھیں۔ انسدادی تدابیر کی نسبت ایک دوسرے سے مشورہ کریں اور باہمی اشتراک عمل سے ان تدابیر کو روبہ عمل لائیں۔

(۲) فریقین معاہدہ مشترکہ طور پر ایسی مملکتوں کو بھی جن کے داخلی امن کے لئے اشتمالیوں کی خفیہ سرگرمیوں سے خطرہ پیدا ہو اس امر کی دعوت دیں گے کہ وہ اس میثاق میں شریک ہو جائیں یا موجودہ میثاق کی اسپرٹ کے مطابق انسدادی تدابیر اختیار کریں۔

اس میثاق میں بطور ضمیمہ یہ شرط بھی درج کی گئی کہ:۔

"فریقین معاہدہ کے عہدہ داران مجاز بین الاقوامی اشتمالیوں کی سرگرمیوں کے متعلق ایک دوسرے کو اطلاع دیں گے اور تحقیقاتی اور مدافعتی تدابیر اختیار کریں گے۔ فریقین معاہدہ کے حدود میں مجاز ان افراد کے خلاف سخت کارروائی کریں گے جو ملک کے اندر یا باہر بین الاقوامی اشتمالیوں کی براہ راست یا بالواسطہ ملازمت میں ہیں یا ان کی تخریبی کارروائی میں مدد دیتے ہیں۔"

اس اشتراک عمل میں سہولتیں پیدا کرنے کے لئے یہ طے کیا گیا کہ ایک مستقل کمیٹی تشکیل دی جائے جس میں بین الاقوامی اشتمالیوں کی سرگرمیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مزید انسدادی تدابیر پر غور و خوض کیا جا سکے۔

یہ تھا وہ پس منظر جس میں جاپان اور جرمنی کے مابین "مخالف اشتمالیت میثاق" کی تکمیل ہوئی لیکن اگر کوئی متعلم سیاسیات نصب العینوں کے اس اختلاف تک اپنی توجہ محدود رکھے تو وہ ہٹلر کی روش پر حیران و ششدر رہ جائے گا۔

ہٹلر کی دو رنگی جس سے دنیا کا بیشتر حصہ دھوکہ کھاتا رہا ہمیشہ ایک معمہ ہی رہی۔ لندن میں فان ربن ٹراپ کی یہ کوشش تھی کہ بین الاقوامی اشتمالیوں کے خلاف برطانیہ کی بالواسطہ تائید حاصل کرے۔ جب جرمنی کی سیاسی حکمت عملی کامیاب ہوتی نظر آرہی تھی۔ روس اشتمالیوں کے خلاف برطانیہ کے رجحانات نمایاں ہو چکے تھے ہٹلر روس کے اسلحہ سازی کے کارخانوں کو مشینری فراہم کررہا تھا اور سوویٹ روس کو قرضے دے کر اس نے اسی طرح سے اور برطانیہ عظمی سے روس کو الگ کردیا۔

میثاق عدم اقدام

لیکن جب روس اور جرمنی کے مابین ”عدم اقدام“ کا سمجھوتا ہو گیا تھا۔ تو انھیں جاپان نے وزیر جرمنی کو تنبیہ کی اپنے جارحانہ اقدامات جاری رکھنے کی پوری آزادی حاصل ہو گئی تو ”مخالف اشتمالیت میثاق“ کا کیا حشر ہوا جو جرمنی اور جاپان کے مابین ہوا تھا؟ جرمنی اور روس کے ”میثاق عدم اقدام“ بابتہ ۱۹۳۹ء کے کس قدر [illegible] عام ہو چکے ہیں۔ [illegible] جاپان نے مخالف اشتمالیت معاہدہ کیا تھا ابھی نے جرمنی اور روس کے مابین میثاق عدم اقدام پر بھی دستخط کئے۔ جاپانی جرائد نے صریح طور پر لکھا تھا کہ اب روس بھی ”مخالف اشتمالیت میثاق“ کا فریق بن گیا ہے۔ ہٹلر نے سفیر برطانیہ متعینہ جرمنی سے ۲۵ اگست ۱۹۳۹ء کو کہا تھا کہ روس اور جرمنی کا معاہدہ عدم اقدام غیر مشروط ہے اس سے جرمنی کی خارجی حکمت عملی کا اظہار ہوتا ہے جو ایک عرصہ دراز تک قائم رہیگا۔ ہٹلر نے اس امر پر بھی بہت زور دیا تھا کہ جرمنی اور روس ایک دوسرے کے خلاف کبھی ہتھیار نہیں اٹھائیں گے۔ اپنے برسر اقتدار آنے کی ساتویں سالگرہ کے موقع پر ہٹلر نے ۳۰ جنوری ۱۹۴۰ء کو تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ”روس اور جرمنی کا معاہدہ جتنا خدا کو بھی پسند ہوگا۔ اس کے بعد [illegible] ہٹلر نے بڑی بلند آہنگی کے ساتھ اعلان کیا کہ روس اور جرمنی یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ نہیں کر سکتے۔

روس اور جرمنی کے ”میثاق عدم اقدام“ کے بعد یہ کہا جا رہا تھا کہ مخالف اشتمالیت میثاق مابین جاپان اور جرمنی کے مابین ہوا تھا ایک کاغذ کا ٹکڑا ثابت ہوا لیکن جب جرمنی نے روس پر حملہ کر دیا خود روس اور جرمنی کا معاہدہ عدم اقدام ایک کاغذ کا ٹکڑا ہو کر رہ گیا اور جب سے جاپان نے جرمنی کے [illegible] مشرق بعید میں جنگ کی آگ بھڑکا دی دول محور کے حقیقی عزائم دنیا پر آشکار ہو گئے۔ اب یہ خبریں برابر آ رہی ہیں کہ موسم گرما میں جبکہ جرمنی روس پر جارحانہ حملہ کرے گا مشرق کی سمت سے جاپان بھی روس کو اپنے حملہ کا نشانہ بنائے گا۔ یہ سارے واقعات بتلا رہے ہیں کہ دنیا اب فی الواقعی دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک طرف فاسسطی دول ہیں اور دوسری طرف تہذیب [illegible]۔ اگر فاسسطی دول کو اس جنگ میں کامیابی ہوئی تو اقوام عالم کی آزادی حرف غلط کی طرح مٹ جائے گی۔

[illegible]

مساعی جنگ سے متعلق کانگریس کی قرارداد بے معنے ہے

مسٹر کے۔ ایف۔ نریمان کا بیان

مسٹر کے۔ ایف۔ نریمان اپنے ایک صحافتی بیان میں کہتے ہیں کہ اس وقت پنڈت جواہرلال نہرو کانگریس کے [illegible] و دماغ اور اس کی روح رواں ہیں اس لئے ہم بجا طور پر یہ فرض کر سکتے ہیں کہ جنگ سے متعلق ان کے حالیہ بیانات کانگریس کے بااثر حلقوں کی آواز ہے۔ انہوں نے نہ صرف کانگریسیوں کو بلکہ جملہ ہندوستان کے نوجوانوں اور مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے جو فوجی خدمت کے قابل ہیں دعوت دی ہے کہ وہ بیرونی حملہ کا مقابلہ کرنے اور اپنے وطن کی مدافعت و حفاظت کے لئے تیار ہو جائیں۔ برطانوی حکومت کی خوش قسمتی ہے کہ جواہرلال کا ”نعرہ جنگ“ اب بدل گیا ہے۔ اب وہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے احکام کے خلاف نعرہ جنگ بلند نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ ہر محب وطن ہندوستانی سے قربانی کے طالب ہیں تاکہ وہ اپنے موروثی ورثہ کی حفاظت کریں۔

جنگ سے متعلق جب ذہنیت میں یہ تبدیلی ہو گئی ہے تو کیا دیانت داری کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ کانگریس کی موجودہ منفی قرارداد کو منسوخ کیا جائے کیونکہ اس قرارداد میں اہل ہند سے بالعموم اور کانگریسیوں سے بالخصوص یہ خواہش کی گئی ہے کہ مساعی جنگ میں مزاحمت نہ کریں حکومت کو ایسے نازک موقع پر پریشان نہ کریں لیکن ساتھ ہی ساتھ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ مساعی جنگ میں براہ راست سرگرم حصہ نہ لیں اور اشتراک عمل نہ کریں۔

اگر پنڈت جواہر نہرو کے خیال کے مطابق اس نازک موقع پر ملک کی مدافعت اور حفاظت ہی سب سے اہم مسئلہ ہے تو انہیں ایک قدم آگے بڑھ کر یہ کہہ دینا چاہئے کہ اس وقت [illegible] کا سوال نہ آنا چاہئے برطانیہ کی روش اور حکومت کی خواہ کچھ بھی ہو۔ پنڈت جی کو چاہئے کہ ہر کانگریسی کو اس بات کی دعوت دیں کہ وہ پوری گرمجوشی کے ساتھ مساعی جنگ میں حصہ لیں۔

پنڈت جی نے تحریر اور تقریر اور نشریات کے ذریعہ جو کچھ کہا ہے اس میں وہ کانگریس کی قرارداد سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ انہوں نے مساعی جنگ سے متعلق اتنی گرمجوشی دکھائی ہے جو شاید [illegible] کے زمانہ میں انہوں نے بھی نہیں دکھائی۔ جس طرح گاندھی جی نے گذشتہ جنگ میں کیا تھا اس جنگ میں پنڈت جی کو بھی چاہئے کہ رنگروٹ بھرتی کریں۔ وہ کیوں جرأت کے ساتھ قدم آگے نہیں بڑھاتے اور کانگریس کی قرارداد میں ابھی ترمیم کرا کے [illegible] ان کی حالیہ روش کے مطابق ہو۔ ورنہ جنگ کے سوالات سے قطع نظر ان کی پرزور اپیل بے معنی ہوگی۔ کانگریس کے پیرو حیران و پریشان ہیں۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آیا

انہیں کانگریس کی آخری قرارداد کے مطابق عمل کرنا چاہئے جو خود پنڈت جواہرلال نہرو کی مرتبہ [illegible] جس کے مطابق وہ مساعی جنگ راست حصہ نہیں لے سکتے یا انہیں پنڈت جی کے حالیہ خیالات پر عمل پیرا ہونا چاہئے جن میں ملک کی مدافعت کے لئے ہر قسم کی قربانی طلب کی گئی ہے۔ بعض مثالیں ایسی موجود ہیں جن میں کانگریسیوں کے خلاف اس بنا پر تادیبی کارروائی کی گئی ہے کہ انہوں نے کانگریس کی مذکورہ بالا قرارداد کی خلاف ورزی کر کے مساعی جنگ میں حصہ لینے کی کوشش کی تھی۔

موجودہ صورت حال ایک جرأت آمیز اور عملی روش کی متقاضی ہے۔ [illegible] کانگریس کی پالیسی یا حکومت کو پریشان کئے بغیر عدم تعاون کی حکمت عملی سے کام نہیں چلیگا۔ بغیر موثر اقدام کے زبانی ہمدردی سیاسی چالاکی کہی جاتی ہے اور امن میں اس سے کچھ مقصد براری ہو سکتی ہے لیکن موجودہ نازک موقع پر بجائے فائدہ کے اس سے نقصان پہنچے گا۔

یا تو آپ کو خوشی کے ساتھ مساعی جنگ میں حصہ لینا چاہئے یا اس کی مخالفت کرنی چاہئے مگر یہ [illegible] روش اور ایک قدم ادھر اور ایک قدم ادھر رکھنا ہے سو ہے آپ ہندوستان کے باشندوں کو یہ تلقین کرتے ہوئے کہ دشمن کو بھگا دیا جائے یہ مشورہ نہیں دے سکتے کہ بے تعلق تماشائی بنے رہو۔ امید ہے کہ کانگریس کی قرارداد میں یہ جو تضاد پایا جاتا ہے اس کی اصلاح کانگریس کی مجلس عاملہ اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے آئندہ اجلاس میں کر دی جائے گی۔

شہر کا تخلیہ نہ کیا جائے

مجلس عاملہ اتحاد المسلمین کا بیان

[illegible]

پبلک کارکنون کے مشاغل

مسٹر نارائن زیدی صدر آندھرا کانفرنس نے ایک صحافتی بیان جاری کیا ہے جس میں کرپس مشن پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور حکومت سرکار عالی سے مطالبہ کیا ہے کہ ساحلی جنگ میں عوام کا اشتراک عمل حاصل کرنے کے لئے حسب ذیل (۱۴) نکات منظور کئے جائیں (۱) باب حکومت میں پبلک اداروں کے نمائندوں کی شرکت (۲) دفاعی کمیٹیوں میں عوام کے نمائندے شریک کئے جائیں (۳) کامل شہری آزادی منظور کی جائے (۴) سیاسی قیدیان رہا کئے جائیں (۵) جنگی کارخانے قائم کئے جائیں۔ (۶) رضاکاروں کی تنظیمات سے قیود اٹھائے جائیں (۷) جنگ کا معاشی بوجھ دولتمندوں پر عائد کیا جائے (۸) عوام کو مسلح بنایا جائے (۹) آئندہ عہدہ داروں کی تنخواہ میں تخفیف کی جائے (۱۰) پناہ گاہیں تعمیر کی جائیں (۱۱) غلہ کی دوکانیں کھولی جائیں (۱۲) مالگزاری میں تخفیف اور معافیاں دی جائیں (۱۳) مزدوروں کو (۲۵) فیصد گرانی الاونس دیا جائے (۱۴) مزدوروں کے تنازعات کا تصفیہ ثالثی عدالتوں کے ذریعہ کیا جائے۔

آریہ سماج سلطان بازار کی طلائی جوبلی ۱۲ سے ۱۵ اپریل تک منائی جائے گی۔

بتاریخ ۱۰ و ۱۱ مئی پربھنی میں زیر صدارت مسٹر شام سندر ہریجن کانفرنس منعقد ہوگی۔

مجلس قائمہ تعلیمی کانفرنس رعایائے سرکار عالی نے ایک بیان جاری کیا ہے جس میں ذریعہ تعلیم زبان منتخب کی اجازت نہ دینے پر احتجاج کیا گیا ہے۔ تحتانی اور وسطانی جماعت کے قیام کے لئے عدم لزوم اجازت سے متعلق اظہار پسندیدگی کیا گیا ہے اور یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ مدارس فوقانیہ کے قیام کے باب حکومت کی اجازت کی قید برخاست کر دی جائے اور ہندو لڑکیوں کے لئے اردو زبان لازمی نہ رکھی جائے بلکہ اختیاری قرار دی جائے۔ کمیٹی نے یہ بھی خواہش کی ہے کہ جب تک ۳۱ اگسٹ سنہ ۱۹۴۱ء کی گشتی منسوخ نہ ہو اور جب تک تعلیمی پالیسی میں تبدیلی نہ ہو حکومت سے کسی قسم کا تعاون عمل نہ کیا جائے۔

آندھرا کانفرنس کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس بمقام ہنمکنڈہ مسٹر رام کوٹیشور راؤ صدر منتخب کی صدارت میں منعقد ہوا۔

مسٹر نریندر معتمد آریہ سماج اضلاع کے دورے سے بلدہ واپس آئے۔

مسٹر ونائک راؤ بیرسٹر سال آئندہ کے لئے ڈسٹرکٹ آرین لیگ کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ مقامی آریہ سماجی اداروں کی جانب سے ان کی گلپوشی کی گئی۔

پنڈت وامن نائک آنجہانی کی برسی منائی گئی مگر جلوس اجازت نہ ملنے کی وجہ سے نہیں نکالا گیا۔

مسز راپرپل و مسٹر کرشنا سوامی مدیراج اور مسٹر نریندر نے ان آریہ سماجی رضاکاروں کا معاینہ کیا جو شہری دفاع کے لئے آریہ پرتی ندھی سبھا نے منظم کئے ہیں۔

ہندو سیول لبرٹیز یونین کا ایک جلسہ عام مندر گولی گوڑہ میں منعقد ہوا۔

مہاراشٹرا کانفرنس کی مجلس عاملہ نے چھ قراردادیں منظور کی ہیں۔ ایک قرارداد میں اردو کو ثانوی مدارس کے لئے جو ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا ہے اس کی مذمت کی گئی ہے۔ دوسری قرارداد میں ہندوؤں کے لئے اردو کو لازمی زبان نہ رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔

مجلس اتحاد المسلمین کی مجلس عاملہ نے شہری دفاع سے متعلق ایک بیان جاری کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اس پرخطر زمانے میں ہر حیدرآبادی کا فریضہ ہے کہ وہ تخت و تاج آصفی اور قومی اقتدار کی حفاظت و صیانت کے لئے دار السلطنت میں رہ کر اپنے عزم و استقلال کا ثبوت دیں اور متعلقہ جماعتوں کی تکمیل کے لئے حکومت تدابیر اختیار کرے۔ بلدہ سے تخلیہ کا برا اثر ملک اور اہل ملک کی معاشی حالت پر پڑے گا۔ نیز جن مقامات پر لوگ تخلیہ کر کے جائیں گے وہاں جان و مال کی حفاظت کے امکانات بہت کم ہیں اور اشیاء مایحتاج کی کمی کا اندیشہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اس سال میلادی جلسوں میں نواب بہادر یار جنگ بہادر کی صرف تین تقریریں ہوں گی۔ نواب صاحب جلسہ ہائے میلاد موتی مسجد حسینی علم اور مصطفےٰ بازار میں تقریر کریں گے۔

سیاسی سرگرمیاں موقوف کر دیجائیں

ذمہ دارانہ حکومت کا نعرہ بے محل ہے

میسور اسٹیٹ کانگریس کی قرارداد

میسور اسٹیٹ کانگریس کی پانچویں میقات ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ اپریل کے مابین ہرہ نگر میں منعقد ہوئی۔ مسٹر [illegible] نے اپنے خطبہ صدارت اور نیز میقات کی صدارت کرتے ہوئے جنگ جوئی کی اور اس صورت حال پر زیادہ روشنی ڈالی جو جاپان سے جنگ کی قربت کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے۔ انہوں نے اس امر کی ضرورت پر زور دیا کہ اس وقت سارے سیاسی مناقشات موقوف کر دیئے جائیں اور سیاسی اختلافات فراموش کر دیئے جائیں اور اس بات پر پوری توجہ مرکوز کی جائے کہ اپنے وطن کی مدافعت کا بہترین طریقہ کیا ہے اور اس مقصد کے لئے عہدہ داروں سے تعاون عمل کیا جائے۔ جب چند ارکان نے یہ کوشش کی کہ ذمہ دار حکومت سے متعلق جو میسور اسٹیٹ کانگریس کا نصب العین ہے ایک قرارداد پیش کریں تو مسٹر سیل ہنم نے نہایت سختی سے اس طرز عمل کی مخالفت کی کیونکہ ایسی قرارداد سے حکومت کے لئے جو اس وقت بالکل ساحلی جنگ میں مصروف ہے الجھن پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ مسٹر سیل ہنم نے یہ مشورہ دیا کہ پوری توجہ شہری دفاع پر مرکوز کی جانی چاہئے۔ جب اس مفہوم کی ایک ترمیم منظور کی گئی کہ مہاراجہ کی سرپرستی میں کامل ذمہ دارانہ حکومت حاصل کرنے کی تدبیریں اختیار کی جائیں تو مسٹر سیل ہنم نے صاف اور صریح الفاظ میں کہہ دیا کہ وہ اس قرارداد کو روبعمل لانے کی ذمہ داری قبول کرنے تیار نہیں ہیں اور وہ صدارت سے مستعفی ہونے پر تیار ہیں۔ اس کا بڑا گہرا اثر پڑا اور جلسے نے قرارداد مسترد کر دی۔

حکومت میسور نے پیداوار غذا کی مہم شروع کر دی ہے اور چاول کی پیداوار کی مقدار بڑھانے کے سلسلے میں تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ اس خصوص میں حکومت میسور نے کاشتکار بنانے کے لئے بے شمار مراعات منظور کئے ہیں۔ موجودہ بین الاقوامی صورت حال نے چاول کی درآمد کے مسئلہ کو بہت نازک بنا دیا ہے۔ ایک سہ سالہ اسکیم منظور کی گئی ہے جس کے تحت چاول کی کاشت کے لئے بارہ علاقہ جات منتخب کئے جائیں گے۔

مسٹر راجگوپال آچاری کی قرارداد

مسلم لیگ کے مطالبہ تقسیم ہند کو مان لیا جائے

منعقدہ مدراس کی کانگریس پارٹی نے حال ہی میں اپنے اجلاس میں ایک قرارداد مرتب کی ہے جس میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی سے سفارش کی گئی ہے کہ وہ مسلم لیگ کے مطالبہ کو ہندوستان کے آئندہ دستور بنانے کے وقت مان لے۔

اس قرارداد میں جو مسٹر راجگوپال آچاری نے پیش کیا ہے آگے چل کر آل انڈیا کانگریس کمیٹی سے خواہش کی گئی ہے کہ وہ ایک سمجھوتہ کر کے موجودہ ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ایک قومی حکومت کے قیام کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے مسلم لیگ کو دعوت دے۔

اس جلسہ میں ایک اور قرارداد کے ذریعہ صوبہ مدراس کے اس احساس کی ترجمانی کی گئی ہے کہ اس نازک دور میں یہ ضروری ہے کہ صوبائی حکومت کا قیام عمل میں آ جانا چاہئے تا کہ ناگزیر حالات میں حتی الامکان حصہ لینے کا موقع ملے۔

اس قرارداد میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اس طرح کی حکومت کی جانب سے اتحاد و اتفاق کو فروغ ہو جائے گا مسلم لیگ کو اس میں شریک ہونے کی دعوت دی جانی چاہئے۔

آل انڈیا کانگریس کمیٹی سے خواہش کی گئی ہے کہ مدراس کانگریس پارٹی کی [illegible] کے قیام سے متعلق مدراس کی کانگریس پارٹی کو [illegible]

تمدن انسانی کا انتشار

از
جناب ڈاکٹر عبدالحمید قاضی ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی

جنگ کے آتشیں شعلوں نے بالآخر تمام کرۂ ارض کو گھیر لیا۔ یورپ میں یہ آگ بھڑکی اور اس نے مغرب و مشرق، جنوب اور شمال کو خاکستر کردیا۔ فرانس، روس، یونان، پولینڈ غرض کہ کوئی ملک اس کی دسترس سے نہ بچ سکا۔ یورپ سے یہ افریقہ پہنچی اور لیبیا کو اپنا ہدف بنایا اور اس کے شعلوں کی گرمی معلوم نہر سویز تک بھی پہنچی۔ افریقہ اور یورپ کے دو براعظموں کے بعد ایشیا کی باری آئی۔ ایران، عراق اور شام اس کی تند ہو گئے۔ نئی دنیا ایک عرصہ تک اس سے بچی رہی لیکن ابھی دو برس ہی کا عرصہ ہوا تھا کہ جاپان اور امریکہ میں بھی جنگ چھڑ گئی۔ آسٹریلیا کا براعظم تو برطانیہ کی نو آبادی کی حیثیت سے اس میں پہلے ہی سے شریک تھا۔ غرض کہ آج دنیا کے چپہ چپہ پر خون اور آتش کی ہیبت ناک بارش ہو رہی ہے۔ پانچوں براعظموں پر انسانیت کا قتل و خون جاری ہے۔ بھیڑیا ایک دوسرے سے دیووں کی طاقت سے بھی زیادہ ٹکراتے ہیں اور انسانوں کو پاش پاش کر دیتے ہیں۔ آتشیں گولیاں بارش سے بھی زیادہ تیزی سے گولیوں کو برساتی ہیں اور انسانوں کے سینوں میں پیوست ہو کر انہیں بے دردی سے ہلاک کر دیتی ہیں۔ ہوائی جہازوں سے بموں کی بارش ہوتی ہے وہ جہاں انسان کی تباہی اور ہلاکت کے تمام آتشیں سامان پوشیدہ ہوتے ہیں۔ جو اپنے جسم میں تمدن انسانی کی تباہی کے لئے تمام زہریلا مادہ چھپائے رکھتے ہیں۔ یہ انسانی آبادیوں میں پہنچ کر ان میں آگ لگا دیتے ہیں عالی شان عمارتوں کو خاکستر کر دیتے ہیں۔ غریب، امیر، جوان، بوڑھے، مرد، عورت، بچوں وغیرہ سب ہی کو قتل بنا دیتے ہیں۔ ہری بھری کھیتیاں ویران ہو جاتی ہیں اور شاداب و شگفتہ پھولوں کی جگہ جانوروں اور انسانوں کی لاشوں کے انبار کے انبار لگ جاتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ زمین پر انسان درندے انسان کا خون پی رہا ہے اور اس کے گوشت کے لوتھڑے نوچ رہا ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ بربریت کے منظر سمندر میں بھی نظر آتے ہیں۔ عظیم الشان جہاز اور جنگی کشتیاں ایک دوسرے کے تعاقب میں ہزاروں میل کی دوڑ لگاتے ہیں اور مقابل ہوتے ہی اپنی توپوں کے دہانے کھول دیتے ہیں۔ توپوں کی گرج اور دھوئیں کے پھٹنے سے سمندر میں قیامت کا سا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ خدا جانے کتنی جانیں تباہ ہوتی ہیں اور بسا اوقات گولوں کے باعث جہازوں میں شگاف پڑنے کی وجہ سے پانی جہاز میں گھس جاتا ہے اور سمندر کی بے پناہ گہرائی جہازوں کو مع انسانوں کے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ جہاں موت ان کو ہمیشہ کے لئے سلا دیتی ہے۔ یہ خونریز کھیل اب صرف یورپ میں ہی نہیں کھیلا جا رہا ہے بلکہ دنیا کے تمام سمندر جہاں ہوں یہ معرکہ جاری ہے۔ بحر اوقیانوس اور بحر کاہل میں جرمنی، برطانیہ، امریکہ اور جاپان ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں۔ کسی قدر بحر روم اور بحر منجمد بھی اس سے محفوظ نہیں مگر یہ حالت بھی اب صرف چند دن کی ہے۔

غرض کہ انسانیت نے ان تمام آلات سے مسلح ہو کر جو جدید سائنس نے اسے مہیا کئے ہیں، اپنی تباہی پر کمر باندھ لی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت نے حیوانیت کا جامہ پہن لیا ہے حیوانیت کو کیا بلکہ شیطانیت کہا جائے تو بھی حقیقت کی پوری ترجمانی نہ ہوگی۔ لاکھوں انسان قتل ہو چکے۔ لاکھوں اپاہج ہو کر ہسپتالوں میں زندگی کے تلخ ایام گزار رہے ہیں۔ لاکھوں عورتیں بیوہ ہو چکیں لاکھوں بچے یتیم اور لاوارث ہو کر حیران و سراسیمہ پھر رہے ہیں لیکن انسان ہے کہ ابھی تک قتل و غارت گری پر تلا ہوا ہے۔ اس کی آباد اور پر رونق بستیاں جن پر اس کو ناز تھا اب اس کے ہاتھوں تباہ ہو رہی ہیں۔ لندن، برلن، پیرس اور روم جیسے حسین ترین شہر ہزاروں کی تعداد میں برباد کئے جا رہے ہیں۔ تمدن انسانی کے وہ تمام مظاہر جو مدارس، عجائب خانوں، کلیساؤں اور محلوں کی شکل میں انسانی شہری زندگی کو قابل فخر بناتے تھے اب صرف مٹی کے ڈھیروں میں تبدیل کئے جا رہے ہیں۔

یہ انسانی تباہی کیوں جاری ہے؟ یہ قتل و خون کیوں ہو رہا ہے؟ انسان نے بالآخر اپنی عقل و خرد کو کیوں بالائے طاق رکھ دیا ہے؟ کیا وہ اس وحشت و بربریت سے باز بھی آئے گا یا اسی خوفناک کھیل ہی میں تباہ ہو جائے گا؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو بار بار سامنے آتے ہیں اور ان کے جواب کے لئے ہم کو مجبور کرتے ہیں۔

علامات مرض۔

جنگ درحقیقت اس انتشار کا خارجی مظہر ہے جو اس وقت تمدن انسانی میں موجود ہے۔ تمدن انسانی کے تمام شعبوں میں ایک عرصہ سے ایک انتشار پیدا ہو گیا ہے۔ اس میں کوئی ہم آہنگی اور نظام نہیں پایا جاتا۔ انسانی تمدن کا ہر شعبہ چاہے وہ معاشی ہو یا سیاسی، قومی ہو یا بین الاقوامی، اخلاقی ہو یا مذہبی ایک دوسرے سے منفرد ہے۔ ان میں کسی قسم کا ربط نہیں ہے۔ پھر تمدن انسانی کے ان مختلف شعبوں کے داخل میں بھی کسی قسم کا ربط یا کسی قسم کا ایک مقرر کردہ لائحہ عمل موجود نہیں ہے۔ انسان عمل کر رہا ہے لیکن اس کے اعمال کا کوئی مقرر کردہ انسانی نصب العین نہیں ہے۔ بعض مقاصد کے حصول کے لئے اس نے اپنی جان کی بازی لگا دی ہے مگر یہ وہ مقاصد ہیں جو بسا اوقات غلط اور انسانیت کی تباہی کا باعث ہیں۔ ہم عہد جدید کی تمدنی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ ہم اس انتشار سے واقف ہو سکیں جو اس تمدن انسانی میں موجود ہے۔ اس واقفیت کے بعد ہی ہم اس موجودہ جنگ کے اسباب جان سکیں گے ان اسباب کے جاننے کے بعد ہم ان کو دور کرنے کی تدابیر پر غور کر سکیں گے۔ انسانیت کی راہ سے ان رکاوٹوں کو دور نہ کیا جائے تو تعمیر انسانی کی تمام کوششیں محض بے کار ثابت ہوں گی۔ انسان کی مستقبل زندگی کے متعلق ہم تب تک کوئی امید قائم نہیں کر سکتے جب تک ہم اس تمام خس و خاشاک کو انسانیت کی راہ سے نہ ہٹا دیں جو ایک عرصہ سے اس کی آئندہ راہ کو روک رہا ہے۔ کسی مرض کے علاج کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس کے مرض کی ٹھیک ٹھیک تشخیص کی جائے۔

تمدن انسانی کے مرض کی علامات کا پتہ تمدن انسانی کے مختلف شعبوں کے مطالعہ سے چل سکتا ہے۔ وہ شعبے کونسے ہیں؟ تمدن انسانی انسان کی معاشی، سیاسی، اجتماعی، قومی، بین الاقوامی، فنی، علمی، ادبی، جمالی، اخلاقی، مذہبی اور روحانی زندگی پر مشتمل ہے۔ آج ہر ایک شعبہ میں انتشار پایا جاتا ہے۔ انسان کی معاشی زندگی میں سرمایہ دار اور مزدور کی جنگ جاری ہے۔ اس کی قومی زندگی مختلف طبقوں کی حرص و آز کی آماجگاہ ہے۔ اس کی بین الاقوامی زندگی جنگ کی صورت میں ہلاکت و تباہی کی تفسیر ہے۔ اس کی جمالی زندگی میں حسن کی ہم آہنگی کا فقدان ہے۔ اس کا ادب اعلیٰ انسانی جذبات کی بجائے سفلی جبلتوں کا نمائندہ ہے۔ اس کا علم شیطانی قوتوں کا مددگار ہے۔ اس کی اخلاقی زندگی وحشت و بربریت کے سبب پامال ہو چکی ہے۔ اس کی مذہبی زندگی تعصب اور کوتاہ نظری سے معمور ہے۔ اس کی روحانی زندگی الحاد اور دہریت کے باعث فنا ہوتی جا رہی ہے۔

ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم تمدن انسانی کے ان تمام شعبوں پر تفصیل سے نظر ڈالیں اس لئے ہم صرف اس کے چند اہم شعبوں پر ایک نظر ڈالنے پر اکتفا کریں گے۔ مرض کی علامات کے بعد ہم ان علامات کے اصل سبب کو معلوم کرنے کی کوشش کریں گے اس اصل سبب کے معلوم ہو جانے کے بعد کوشش کریں گے اس کو دور کرنے کے لئے اور انسانیت کو مکمل صحت اور طاقت دوبارہ بنانے کے لئے جو مختلف نسخے تجویز کر دیے ہیں ان پر ایک غائر نظر ڈالیں۔ جب یہ جنگ ختم ہو گی اور مظلوم اقوام تھک چکی ہوں گی۔ اس وقت شاید انسانیت کو اپنے ظالمانہ افعال پر کچھ افسوس ہو۔ اس وقت شاید ان کو یہ خیال پیدا ہو کہ گزشتہ جارحانہ قومی نظامات نے ان کو ان کے تمام انسانی بہاروں کو تباہ کر دیا ہے۔ اس وقت شاید وہ ایک ایسے نظام کی تلاش کریں جو ان کو اور تمام انسانیت کو امن و امان دے اور تمام انسانیت بجائے باہمی غارت گری کے انسانیت کی مادی اور روحانی ترقی میں مصروف ہو جائے۔ ممکن ہے کہ یہ خیال درست ہو۔ ممکن ہے کہ محض خواب ثابت ہو۔ بہرحال ایک امید افزا خواب میں زندگی گزارنا اس سے بہتر ہے کہ انسان عہد جدید کی وحشت اور بربریت کے حوصلہ شکن واقعات کا شکار ہو جائے۔ حالات چاہے کسی قدر حوصلہ شکن کیوں نہ ہوں۔ لیکن افق پر امید کی کرن اب تک دکھائی پڑتی ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم احیائے انسانی کے اصول اور ان پر مبنی نظام عمل تجویز کریں ہم تمدن انسانی کے موجودہ انتشار کا ٹھیک ٹھیک مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس انتشار کا مطالعہ ہم کو اس کی معاشی، سیاسی، ادبی، علمی، جمالی، دینی، قومی، اخلاقی اور مذہبی زندگی میں کرنا چاہئے۔

بقیہ [illegible]

سیاسی نمک پارے

از
کشاف

"(انہوں نے (کانگریسی نمائندے) کبھی یہ نہیں کہا کہ قومی حکومت سے ان کا منشا، کانگریس پارٹی یا اکثریت والے فرقے کی وزارت ہے بلکہ بطور واقعہ کے انہوں نے مسٹر اسٹافورڈ کرپس کے موسومہ خطوط اور بیانات میں واضح کر دیا ہے کہ اس سے ان کا منشا، ایک ایسی گورنمنٹ ہے جو ہندوستان کی جملہ اہم پارٹیوں پر مشتمل ہو۔ اس کے باوجود مسٹر جناح کا یہ ارشاد کہ کانگریس کا مطالبۂ قومی حکومت مسلم ہندوستان کے لئے شگون موت ہے کس بنا پر درست سمجھا جائے؟" (رعیت)

معاصر موصوف کے اس اداریہ کو پڑھ کر ہمیں مسٹر جناح سے بڑی بدگمانی ہو گئی تھی۔ ہم پنڈت نہرو کے اس بیان سے بالکل مطمئن ہو گئے تھے جو انہوں نے صحافتی کانفرنس میں دیا تھا یعنی یہ کہ:-

> "ہماری ساری گفت و شنید اور مراسلت میں کسی منزل پر بھی اکثریتی راج کے سوال کا کوئی تذکرہ نہیں رہا کیونکہ اگرچہ ہم مخلوط کابینہ کو جو ملک کے مختلف نقطۂ نظر کی ترجمانی کرنے والے مختلف گروہوں پر مشتمل ہو ——— یعنے کانگریس، مسلم لیگ، سکھ اور ہندو مہا سبھا ——— پسند نہیں کرتے تھے تاہم ہم نے مخلوط کابینے کے تصور کو تسلیم کر لیا۔ ہم نے اس کو تسلیم کر لیا اگرچہ یہ چیز ایسی تھی کہ قومی حکومت کا انصرام نہایت دشوار ہو جاتا تھا۔"

پنڈت نہرو کے اس فیاضانہ پیش کش سے ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ کانگریس تسلط کی روش ترک کر کے توازن اور ہم آہنگی کی روش اختیار کر رہی ہے جو ہندوستان کے لئے ایک نیک شگون ہے۔ ہم پنڈت نہرو کی فراخ دلی سے اسقدر متاثر ہو گئے تھے کہ ان کی شان میں ایک قصیدہ اور معاصر "رعیت" کی شان میں ایک قطعہ لکھنے بیٹھ گئے مگر ٹھیک اسی وقت ہمارے ایک دوست نے پنڈت نہرو کی "قومی حکومت" کا ایک تجزیہ ہمارے آن رکھا کیا جس کے اجزائے ترکیبی حسب ذیل ہیں:-

(۱) کانگریسی ہندو
(۲) مہا سبھائی ہندو
(۳) سکھ
(۴) مسلم لیگ

قومی حکومت کی اس طرح نقاب کشائی کے بعد ہم چونک پڑے اور اس "قومی حکومت" کو فرقۂ اکثریت کی آمرانہ حکومت سمجھنے کے لئے ہم تیار ہو رہے تھے کہ معاً ہمیں یہ خوف دامن گیر ہو گیا کہ کہیں پنڈت جی ہمیں "پاگل" بہ معنی احمق نہ سمجھ بیٹھیں۔ اس لئے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں:-

> گرچہ ہوں دیوانہ۔ پر کیوں دوست کا کھاؤں فریب
> آستیں میں دشنہ پنہاں، ہاتھ میں نشتر کھلا

"شہری دفاع سے متعلق مجلس بلدیہ میں مسٹر جی ایم خان کی تجاویز، ترمیمات، اور مباحث کی روشنی میں ایک جامع اور جامع قرارداد مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔" (ایک خبر)

ہم اب تک یہ سمجھ رہے تھے کہ مجلس بلدیہ میں کسی قرارداد پر بحثیں ہو رہی ہیں اور ترمیمات پیش کی جا رہی ہیں لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ یہ ساری بحثیں قرارداد پیش ہونے سے پہلے ہو رہی تھیں۔ اب ایک کمیٹی قرارداد مرتب کر کے پیش کرے گی اور جب باقاعدہ ترمیمات پیش کی جائیں گی اور مختلف ترمیمات پر موافقت و مخالفت میں بحث و مباحثے کا سلسلہ جاری رہے گا تا آنکہ جنگ ختم ہو جائے۔ ہوائی حملوں سے بچاؤ اور شہری دفاع کا اس سے بہتر طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟ پدران شہر کی دانشمندی واقعی قابل داد ہے۔ مجلس لے آر پی، کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

"سینما میں نماز مغرب کا انتظام ——— اسلامی سلطنت ہونے کے اعتبار سے عبادت کا احترام کر کے ملک ٹاکیز، پیالس ٹاکیز، اور زمرد محل ٹاکیز میں تماشہ بین نمازیوں کے لئے سینما کے کسی کمرے میں نماز ادا کرنے کی سہولت بہم پہونچائی گئی ہے۔" (دکن نیوز)

اب کون کہہ سکتا ہے کہ سینما بینی اخلاق سوز ہے یا اسلامی تہذیب کے منافی ہے؟ دین و دنیا کا یہ امتزاج اپنی آپ نظیر ہے۔ مساجد کی خشک نمازوں سے ایسی نمازیں .... آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ بہرحال ہم سوچ رہے ہیں کہ اس انتظام پر تماشہ بین نمازیوں کی جانب سے "دکن نیوز" کو مبارک باد دیں یا مسٹر ملک سنگھ کو۔ ہم یہ بھی سوچ رہے ہیں کہ جب راگ عبادت میں داخل ہے تو سینما بینی کو بھی عبادت میں داخل کر کے تماشہ بینی میں خلل انداز کیوں نہ روک دیا جائے؟

"ہم حملہ آور کے آگے ہتھیار ڈالنے تیار نہیں ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے باشندے اپنی پوری قوت سے جاپانی حملے کی مزاحمت کریں۔" (پنڈت جواہر لال نہرو)

"جہاں تک مدافعت کا تعلق ہے صرف آزاد ہندوستان ہی اپنی مدافعت کر سکتا ہے۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا یہی آخری فیصلہ ہے جس پر ہم آج قائم ہیں۔" (صدر کانگریس مولانا آزاد)

اگر ان دونوں بیانات میں کسی شخص کو تضاد نظر آئے تو سمجھ لیجئے کہ وہ شخص فرقہ پرست اور آزادی کا دشمن ہے۔ حب الوطنی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم پنڈت جی کے اعلان کے مطابق جاپانی حملے کی مزاحمت بھی کریں اور صدر کانگریس کے قول کے مطابق ہندوستان کو آزادی ملنے تک بے تعلق تماشائی بھی بنے رہیں اور اس بات پر ایمان بالغیب رکھیں کہ کانگریس کی کمانڈ کبھی غلطی نہیں کرتا۔

مجلس بلدیہ میں شہری دفاع سے متعلق تجاویز پر تقریر کرتے ہوئے مسٹر مدیر ہر نائک نے فرمایا:-

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں کچھ کام نہیں کر سکتا۔ ایسے نازک وقت میں اگر میں نمائندہ نہ ہوتا تو اچھا تھا۔"

آپ کو "نائٹی دل" یا "شیلٹر وانیز بریگیڈ" کی تنظیم سے فرصت کہاں جو اپنے بلدی فرائض انجام دے سکیں۔ یہی کیا کم غنیمت ہے کہ آپ اپنی شرکت سے مجلس بلدیہ کو شرف افتخار بخشتے ہیں۔ "ایسے نازک وقت میں" آپ اپنی نمائندگی سے دست بردار ہو جائیں ہرگز ارادہ نہ فرمائیں ورنہ مجلس میں وہ چہل پہل باقی نہ رہے گی۔ رہے آپ کے حلقے کے باشندے، چھوڑ دیں ان نامرادوں کو وہ تو ہمیشہ ہی بیچتے رہے ہیں:-

> تم کو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام
> تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنے

"کانگریس اور برما کے تارکان وطن" (اخباری سرخی)

برما کے تارکان وطن سے تو سب واقف ہیں۔ یہ کانگریس کے تارکان وطن کون ہیں؟ کیا یہ اشارہ مسٹر نریمان، ڈاکٹر کھارے، کامریڈ ایم این رائے، سوبھاش چندر بوس وغیرہ کی طرف تو نہیں؟

رفتار جنگ

ہفتہ گزشتہ پر ایک تبصرہ

ہفتہ گزشتہ کا ایک امید افزا واقعہ یہ ہے کہ امریکی طیاروں نے جاپان کے پایہ تخت ٹوکیو اور دیگر شہروں پر بمباری کی۔ ہندوستان کے مراکز سے پرواز کرکے امریکی بمبار طیاروں نے رنگون پر بھی ہوائی حملے کئے۔ یورپ کے مقبوضہ علاقوں پر شاہی ہوائیہ کے حملے برابر جاری ہیں ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ متحدین آہستہ آہستہ ہوائی پیش قدمی کئے جارہے ہیں۔

بحرالکاہل

برگیڈیر جنرل رالف رائس کی قیادت میں امریکی بمباروں جزائر فلپائنس پر بھاری ہوائی حملے کئے جس نے بیاثر ہوکہ جاپانیوں کے حوصلے پست ہو رہے ہیں لیکن ان امریکنوں کی وصلہ افزائی ہو رہی ہے جو ان جزائر میں لڑرہے ہیں۔ ان جزائر پر مکمل قبضہ کرنے کے لئے جاپانی جان توڑ کوشش کررہے ہیں اور اس کے لئے بہت بھاری قیمت ادا کررہے ہیں۔ نیوگنی میں امریکی افواج جاپان کا جس شدت مقابلہ کررہے ہیں وہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوائل مارچ میں اس مقام پر جاپان کو جو بھاری نقصان اٹھانا پڑا ہے اس کی وجہ سے اس راستے سے جاپان حملہ بالکل موقوف ہوچکے ہیں۔ شاہی ہوائیہ کے حملے تیمور اور رابول وغیرہ پر جاری ہیں اور آسٹریلیا کی بندرگاہ ڈارون پر جاپان کے ہوائی حملے سست پڑ گئے ہیں

خلیج بنگال

جون ہی جاپان نے بحرالکاہل میں متحدین کے خطوط مدافعت کو توڑ کر جاوا اور اس کے اطراف کے جزائر پر قبضہ کرلیا تو یہ قیاس کیا جارہا تھا کہ وہ اپنا اقدام دو سمتوں میں جاری رکھے گا ایک آسٹریلیا کی طرف اور دوسرا جانب ہندوستان کی طرف۔ ابتداء میں یہ خیال کیا جارہا تھا کہ جاپان پہلے آسٹریلیا کی طرف پیش قدمی کرے گا لیکن اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیلون اور ہندوستان کے لئے خطرہ بڑھ گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جاپان کے لئے آسٹریلیا کی مہم زیادہ اہمیت رکھتی ہے کیونکہ آسٹریلیا ہی سے متحدین ہوائی حملہ کرسکتے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ جاپان آسٹریلیا کے اسقدر بڑے رقبہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ ترک کرے اور صرف چند اہم مقامات پر ہی قبضہ کرنے کا اکتفا کرے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جاپان نے اپنے اقدام کا رخ مغرب کی طرف بدل دیا ہے جزائر انڈمان پر جو خلیج بنگال میں واقع ہیں جاپان قبضہ کرچکا ہے اور اس مرکز سے اس نے کولمبو اور ہندوستان کے مشرقی ساحل کا چند مقامات پر جہازوں کے ذریعہ حملہ کیا ہے۔

یہ حاضر کہ سیلون پر جاپان کا اب تک کوئی دوسرا حملہ نہیں ہوا اور جاپان کے بیڑے کے متعلق اب کوئی خبر نہیں ملی اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ جاپان کے منصوبے الٹ گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیڑا مرمت کے لئے اور دوسرے طیارے فراہم کرنے کے لئے کسی بحری اڈے کی طرف رخ کر گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو بہت ممکن ہے کہ یہ بیڑہ واپس آئے اور سیلون پر دوبارہ حملے کرے یا مدراس کے ساحل پر قبضہ کرکے سیلون کو ہندوستان سے منقطع کردے۔ بحر ہند میں سیلون کی وہی اہمیت ہے جو بحرالکاہل میں سنگاپور کی تھی۔ اگر جاپان کولمبو پر قبضہ کرلے تو وہ اس بحری راستے کو روک سکتا ہے جس کے ذریعہ براہ خلیج فارس روس کو سامان بھیجا جارہا ہے

محاذ برما

محاذ برما پر اس ہفتہ شدید لڑائی جاری رہی کیونکہ چینی مورچوں کے خلاف سلون ندی پر جاپان تازہ دم فوجیں آگئیں۔ سیتانگ ندی کا پر جہاں سے ایک سڑک سیدھا شمال کو جاتی ہے چینی دستے شدید لڑائی کے بعد شمال کی طرف ہٹ گئے جہاں مورچہ بندی کے بعد انہوں نے جاپان کی پیش قدمی کو روک دیا۔ محاذ اراودی پر برطانوی، ہندوستانی اور برمی فوجیں پروم سے اپنی میل شمال کی طرف ہٹ گئی۔ برطانیہ تیل کے چشمے تباہ کر دیئے گئے تاکہ وہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔ تازہ چینی دستے محاذ برما کی طرف آرہے ہیں جہاں ان کی سخت ضرورت ہے۔ تازہ اطلاع یہ ہے کہ چینی فوجوں نے جاپانی دستوں کو پسپا کرکے تیل کے چشموں پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔

محاذ روس

محاذ روس سے بجز اس کے کوئی اور اطلاع نہیں آئی کہ جرمنی فوجیں اپنی ہوائی فوقیت کھو چکے ہیں اور روسی دباؤ بڑھتا جارہا ہے۔ برف کے پگھلنے کے باوجود لڑائی پوری شدت سے جاری ہے۔ جرمن فوجیں اپنے ہوائی حملوں میں نئے نئے ٹینک استعمال کررہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بعض ٹینک بہت بڑے ہیں جو ہوائی جہاز میں جو ہوائی حملے کے لئے محفوظ رکھے گئے تھے۔ چونکہ روس کے ذرائع نقل و حمل نہیں ہے اس لئے ہر دو جانب دیگر محاذوں سے کام لیا جارہا ہے جنوبی سمت میں فوجوں کا اجتماع عمل میں آرہا ہے۔

لیبیا

محاذ لیبیا پر جہاں جنرل رومل موسم بہار کے جوابی حملے کی تیاریاں کررہا ہے کچھ زیادہ سرگرمی نظر نہیں آرہی ہے۔ برطانوی دستوں نے جنرل رومل کو جنوبی رقبہ میں مورچہ بندی سے باز رکھا اور اس رقبہ سے جنرل رومل نے اپنی فوجوں کو ہٹالیا۔ ایک خیال یہ ہے کہ جنرل رومل تازہ دم فوجیں از قبیلہ روانہ کرے گا اور یہاں سے متحدین پر جوابی حملہ کرے گا جس کی توقع کی جارہی ہے۔ مالٹا پر مسلسل اور شدید حملے یہ ظاہر کررہے ہیں کہ محوری اپنے منصوبوں کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں۔

کے ساتھ یہ بدعمل رہنے گا اس خیال کی تائید فرانس کے حالیہ واقعات سے بھی ہوتی ہے جہاں لاوال اپنے اقتدار پر اقتدار آگیا ہے۔ مشرقی بحر روم میں اپنے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے ہٹلر نے تہیہ کرلیا ہے کہ ویشی فرانس کے جہاز اور بیڑہ اپنے قبضہ میں کرے اور غالباً وہ یہ چاہتا ہے کہ جزیرہ مالٹا کو ختم کرکے مشرق وسطی میں متحدین کے مواصلات کو خطرہ میں ڈال دے

پریس نوٹ

اے۔ آر۔ پی۔ وارڈنس ٹریننگ سنٹرس

حسب ذیل مقامات پر تعلیم کا انتظام کردیا گیا ہے جس تاریخ سے تعلیم آغاز ہوچکی ہے اور تعلیم شروع ہونے والی ہے اس کی بھی صراحت کردی گئی ہے۔ جملہ خواہشمندان کو اطلاع کیا جاتا ہے کہ بتاریخ ۱۹ر خورداد ۱۳۵۱ف بروز پنجشنبہ بوقت ۶ ساعت شام ان مراکز پر پہونچ کر شنبہ سے شروع ہونیوالی جماعت میں شرکت حاصل کریں۔

(۱) مدرسہ فوقانیہ دار الشفا	۱۷ر خورداد ۱۳۵۱ف
(۲) " وسطانیہ مغلپورہ	۱۷ر خورداد ۱۳۵۱ف
(۳) " سٹی کالج	۱۹ر خورداد ۱۳۵۱ف
(۴) مدرسہ فوقانیہ چنچل گوڑہ	۱۷ر خورداد ۱۳۵۱ف
(۵) مدرسہ وسطانیہ سلطان بازار	۱۹ر خورداد ۱۳۵۱ف
(۶) مدرسہ وسطانیہ مستعدپورہ	۱۹ر خورداد ۱۳۵۱ف
(۷) مدرسہ تحتانیہ چوڑی بازار	۱۹ر خورداد ۱۳۵۱ف
(۸) مدرسہ وسطانیہ شاہ گنج	۲۱ر خورداد ۱۳۵۱ف
(۹) مدرسہ وائی ایم سی اے نارائن گوڑہ	۲۱ر خورداد ۱۳۵۱ف
(۱۰) مدرسہ فوقانیہ گوشہ محل	۲۱ر خورداد ۱۳۵۱ف
(۱۱) مدرسہ فوقانیہ نامپلی	۲۱ر خورداد ۱۳۵۱ف
(۱۲) عثمانیہ یونیورسٹی آرٹس کالج	۲۱ر خورداد ۱۳۵۱ف

بڈھما اوک میٹ

تمدن انسانی کا انتشار

(پہلا مضمون)

افلاس، جہالت اور بیماری۔

دنیا کی معاشی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو اس میں ایک عجیب قسم کا انتشار دکھائی دیتا ہے۔ دنیا کی تقریباً دو سو کروڑ آبادی ایک طرف چین اور ہندوستان کی تقریباً سو کروڑ آبادی ہے جو فقر و فاقہ میں زندگی گزار رہی ہے تو دوسری طرف انگلستان اور امریکہ میں دولت کے چشمے بہہ رہے ہیں۔ ہندوستان کی روزانہ اوسط آمدنی فی کس ایک آنہ ہے اور چین کی بھی کچھ اس سے بہتر نہیں ہے۔ اس کے برخلاف امریکہ میں دولت کا یہ حال ہے کہ ہر چھ آدمیوں میں سے ایک کے پاس موٹر موجود ہے۔ ہندوستان سے سونا اور چاندی برابر کھنچ کھنچ کے انگلستان کو پہنچ گیا۔ امریکہ کے پاس تو تمام دنیا کے نصف سے زائد سونا ہے اور چاندی ہے۔ ہندوستان میں تقریباً چار کروڑ انسان ایسے موجود ہیں جن کو صرف ایک مرتبہ کچھ تھوڑی سی غذا میسر آتی ہے۔ اور دوسرے وقت وہ بھوکے ہی سو جاتے ہیں۔ چین کی غربت کچھ یہاں سے کم نہیں ہے۔ عالم اسلام کا بھی کچھ اس سے بہتر حال نہیں ہے غربت کے باعث لوگوں کی صحت تباہ ہو گئی ہے اور روز بروز بد سے بدتر حال ہو جاتا ہے۔ غربت کے باعث لوگ اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلا سکتے ہیں۔

جس کے باعث جہالت کا عام طور سے دور دورہ ہے بچوں کی شرح اموات بہت زیادہ ہے۔ مشرق کی غربت کا باعث بہت بڑی حد تک یورپ کی سرمایہ داری ہے۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں بیشتر مشرقی اقوام مثلاً ہندوستان، سماٹرا، جاوا وغیرہ یورپ کی تازہ دم اقوام کا شکار ہو گئیں۔ ان مغربی اقوام نے ہر طرح ان مفتوح ممالک کو لوٹا اور ان کی معاشی زندگی کو تباہ کر ڈالا۔ ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ظلم و ستم کی داستان کو کون نہیں جانتا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج تک بھی باوجود ڈیڑھ سو برس گزر جانے کے ہندوستان ابھی پارچہ کی صنعت کو دوبارہ زندہ نہ کر سکا اور تقریباً ساٹھ کروڑ روپیہ کا کپڑا وہ باہر کے ملکوں سے خرید رہا ہے۔ جاوا اور سماٹرا کو بھی اہل ہالینڈ نے خوب تباہ کیا۔ چین کو تو جرمنی، انگلستان، فرانس اور امریکہ سب ہی نے مل کر اپنی حرص کا آماجگاہ بنایا۔ مغربی سرمایہ داری نے بہت جلد ان مفتوح ممالک میں اپنی حکومتیں بھی قائم کر لیں جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاشی لوٹ اور بھی زیادہ منظم اور مستقل ہو گئی جو اب تک بدستور قائم ہے۔ اسلامی ممالک بھی مغرب کی سرمایہ داری اور شہنشاہیت کا شکار ہوئے جس کا نتیجہ وہاں غربت اور معاشی بربادی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ مصر، شام، عراق اور ایران کے کسان مقروض ہوتے چلے گئے اور اب تک ان کی حالت درست ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

مشرق کے مقابلہ میں مغرب کی معاشی حالت بہتر ہے وہاں کی حکومتیں چونکہ عوام کی بہت حد تک نمائندہ ہیں اس لئے انہوں نے عوام کی معاشی بہبودی اور بہتری کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ پھر چونکہ انگلستان اور فرانس وغیرہ امیر ممالک ہیں اس لئے وہاں کا معیار زندگی بھی بلند ہے۔ لیکن اس کے معنی نہیں ہیں کہ سرمایہ داری کی دست برد سے یہ ممالک محفوظ ہیں۔ معاشی زندگی میں اصول انفرادیت کی کارفرمائی کے باعث بعض افراد اور کمپنیوں نے بے حساب دولت جمع کر لی ہے۔ دولت ایک جگہ جمع ہو گئی ہے اس لئے بحیثیت مجموعی تمام ممالک کی صنعتی و زرعی ترقی میں اس سے پوری مدد نہیں مل رہی ہے بے روزگاری ان ممالک میں بھی موجود ہے تاہم یہاں غربت کا وہ حال نہیں جو مشرق میں ہے گزشتہ نصف صدی سے اجتماعیت کی تحریک ان ممالک میں برابر ترقی کر رہی ہے۔ اس لئے اب یہاں غربت کم ہو گئی ہے اور بے روزگاری بھی گھٹ گئی ہے معیار زندگی بھی کافی بلند ہو گیا ہے تاہم ابھی تک عوام کی معاشی حالت میں ترقی کی گنجائش ہے۔ امریکہ کے تمول کے باوجود بھی وہاں کی تیرہ کروڑ آبادی میں سے اس وقت ایک کروڑ انسان بیکار ہیں۔ حبشی امریکہ میں برائے نام غلامی سے تو آزاد ہو گیا ہے لیکن ممالک متحدہ کی جنوبی ریاستوں میں اس وقت اس کی حیثیت غلامانہ ہے۔ اور وہ سفید لوگوں کی معاشی دست برد کے لئے صرف ایک ذریعہ ہے۔ جنوبی امریکہ میں تو سفید اقوام نے سرخ ہندیوں کی پوری کی پوری قوم کو صرف ربڑ کے حصول کے لئے تباہ و برباد کیا۔ ان پر دنیا کا کوئی ظلم نہیں ہے جو روا نہ رکھا گیا۔ یہی حالت افریقہ میں بھی ہوئی بلجیم کے بادشاہ لیوپولڈ نے اپنی سرپرستی میں چند کمپنیاں قائم کیں جنہوں نے ربڑ کے زیادہ سے زیادہ حصول کے لئے بلجیم کانگو کی تمام آبادی کو برباد کر ڈالا۔ یہی فرنچ کانگو میں بھی پیش آیا۔ غرضکہ رنگین اقوام آج امریکہ، افریقہ اور ایشیا میں سفید اقوام کی معاشی دست برد کا شکار ہیں۔

روس میں اجتماعی تحریک کی کامیابی کے باعث البتہ حالات بالکل مختلف ہو گئے ہیں وہاں سرمایہ داری کا مطلق خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ بالشویکوں کو چاہے اپنے مقاصد میں کلی کامیابی نہ ہوئی ہو لیکن یہ بات ضرور ہے کہ انہوں نے روس جیسے عظیم الشان ملک میں جہاں کی آبادی تقریباً اٹھارہ کروڑ ہے بے روزگاری کا بالکل خاتمہ کر دیا ہے۔ وہاں اب ہر شخص کو کام میسر ہے اور ہر شخص کی احتیاجات زندگی پوری ہو رہی ہیں بے شک وہ اس قدر آرام سے زندگی نہیں گزارتا جس قدر کہ اس کا ہمسایہ انگلستان اور جرمنی میں گزارتا ہے۔ لیکن اب اس کو اپنے پیٹ کے لئے روٹی، اپنے جسم کے لئے کپڑے اور اپنے تن کو چھپانے کے لئے مکان کی فکر نہیں ہے۔ اس معاشی تجربہ میں بہت خامیاں ہیں جس کے متعلق ہم بعد میں بحث کریں گے۔ لیکن انسانوں کے معاشی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے یہ سب سے عظیم الشان تجربہ ہے جو بہت بڑی حد تک کامیاب بھی ہوا ہے۔

جرمنی اور اطالیہ میں اس معاشی مسئلہ کا ایک عجیب قسم کا حل پیش کیا ہے۔ یہاں نہ نظام معیشت میں پوری طرح اصول انفرادیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور نہ اصول اجتماعیت کو۔ بیروزگاری کا انہوں نے خاتمہ کر دیا ہے لیکن سرمایہ داروں کا انہوں نے خاتمہ نہیں کیا ہے۔ حکومت سرمایہ داروں اور مزدوروں کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی بناتی ہے جو تمام معاشی مسائل حل کرتی ہے۔ اس طریقہ سے ملک کی بے روزگاری کا تو خاتمہ ہو گیا ہے لیکن مزدوروں اور کسانوں کی زندگی کے معیار میں کوئی معتد بہ ترقی نہیں ہوئی ہے۔

دنیا کی پیدائش دولت چونکہ کسی تنظیم کے ماتحت نہیں ہوتی اس لئے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض چیزیں اس قدر افراط سے پیدا ہوتی ہیں کہ اس کی دنیا کو ضرورت نہیں رہتی۔ ان چیزوں کی افراط کے باعث ان کی قیمت گھٹ جاتی ہے۔ ان قیمتوں کو مصنوعی طور پر باقی رکھنے کے لئے بالآخر ان چیزوں کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔ امریکہ میں اس طرح لاکھوں ٹن گیہوں اس وقت جلا دیا گیا جبکہ ہندوستان اور چین میں مخلوق غذا کے چند دانوں کے لئے ترس رہی تھی۔

دنیا میں چونکہ ایک سکہ رائج نہیں ہے اس لئے شرح مبادلہ کے باعث مفتوح ممالک کا کروڑوں روپیہ ہر سال نقصان ہوتا ہے۔ انگلش پونڈ سے ہندوستانی روپیہ کو وابستہ کر دیا گیا ہے اور وہ بھی اس طرح جس سے انگلستان کو تجارت میں فائدہ پہنچے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان اور ہندوستان کی تجارت میں انگلستان بغیر کسی محنت کے کروڑہا روپیہ سالانہ وصول کر رہا ہے۔ چونکہ سکہ اور شرح مبادلہ کے باعث پسماندہ اقوام اور بھی تباہی میں پڑ گئی ہیں۔

ہم نے اس وقت تک انسان کی معاشی زندگی کے خارجی مظاہرات پر صرف نظر ڈالی ہے لیکن اگر یہ دریافت کیا جائے کہ انسان ضرورت سے زائد دولت جمع کرتا ہے! وہ کیوں حصول دولت میں اپنے جسم، جان، عقل، اخلاق اور مذہب تک کو گنوا دیتا ہے؟ وہ کیوں اس کے لئے ہر قسم کا ظلم و ستم، بے ایمانی اور شقاوت قلبی کو روا رکھتا ہے؟ ان سوالات کے جوابات کے لئے ہم نفس انسانی پر ایک نظر ڈالیں گے تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حصول دولت کا بعض افراد میں کچھ فطری جذبہ موجود ہے۔ وہ ملکیت کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ اسی جذبہ کے باعث وہ اس کے حصول کے لئے ہر قسم کی کوشش کرتے ہیں۔ تکلیفیں اٹھاتے ہیں ذلتیں سہتے ہیں۔ ہر قسم کے مکر و فریب سے کام لیتے ہیں اخلاق اور مذہب کو قربان کرتے ہیں مگر ہر طرح ملکیت کے اس جذبہ کی بالآخر تسکین کرتے ہیں۔ یہ جذبہ انسان کی ابتدا میں اس وقت سے چلا آ رہا ہے جب وہ محض ایک کاشتکار تھا۔ کاشتکار کی اپنی زمین، اپنا گھر، اپنے آلات بہت زیادہ عزیز ہوتے ہیں وہ ان پر بدرجہ اتم قبضہ رکھنا چاہتا ہے۔ ملکیت کا جذبہ اس میں فطری طور پر ہوتا ہے۔ اسی جذبہ کا اظہار جب دوسرے معاشی شعبوں مثلاً تجارت یا صنعت و حرفت میں ہوتا ہے تو وہ معاشی تعصب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ضرورت سے زائد حصول دولت کے اس جذبہ کو نفسیاتی طور پر اس طرح بھی پایا جا سکتا ہے کہ بیشتر انسان اس وقت تک اس نفسیاتی بناوٹ سے آزاد نہیں ہوئے ہیں جو ایک کاشتکار کی فطرت میں ملتی ہے۔ چونکہ انسانیت کے بیشتر افراد اسی جذبہ سے مغلوب ہیں۔ اس لئے ہر کامیابی کو بھی اسی مال و دولت کے اجتماعی معیار پر جانچا جاتا ہے۔ اس دنیا میں وہ شخص زیادہ کامیاب انسان ہے جو زیادہ دولت رکھتا ہے یہ دولت اس نے جس طرح بھی اخلاقی قیود سے آزاد ہو کر حاصل کی ہو۔ انسان اس کو پوجتے ہیں اس کے

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

ضلع کانفرنسوں کے قواعد

ضلع کانفرنسوں کے انعقاد کے متعلق قواعد جریدہ سرکار عالی میں شائع ہو چکے ہیں اور تجویز یہ ہے کہ اس بارے میں فوراً عملی کام شروع کر دیا جائے۔ یہ کانفرنسیں ایسے اداروں کا کام انجام دیں گی جن کے ذریعہ خاص مقامی مطالبات و ضروریات کا اظہار کیا جا سکے گا۔ نواب صدر اعظم بہادر نے سال ہی میں مجلس مقننہ میں تقریر کرتے ہوئے یہ اشارہ فرمایا تھا کہ اصلاحات کی اسکیم کا یہ مقصد بھی ہے کہ ملک کے مختلف مفادات اور حکومت کے درمیان زیادہ مربوط اشتراک عمل پیدا ہو جائے۔ توقع ہے کہ مقامی ضروریات کی جانچ پڑتال کے سلسلے میں اضلاع کے باشندوں اور مقامی عہدہ داروں کے مابین ضلع کانفرنس کی بدولت اتصال قائم ہو جائے گا۔

یاد ہوگا کہ کمیٹی اصلاحات نے جس کے صدر نشین دیوان بہادر ایس۔ آراوموداا ینگار صاحب تھے یہ سفارش کی تھی کہ ہر ضلع میں کسی مناسب مقام پر متعلقہ صوبہ دار صاحب کی صدارت میں خاص خاص تاریخوں کے درمیان سالانہ کانفرنس منعقد ہوا کرے جس میں اس ضلع کے رہنے والوں کو آزادی کے ساتھ شرکت کا موقع دیا جائے تاکہ وہ اپنی مقامی عام ضروریات کے بارے میں اظہار خیال کر سکیں۔ باب حکومت نے اس سفارش سے اتفاق کرتے ہوئے یہ تجویز کی تھی کہ ضلع کانفرنسوں کی کارروائیوں کو باضابطہ طریقے پر چلانے کے لئے صدر اعظم بہادر مناسب ہدایات جاری فرمائیں نیز کونسل کے نگران کار ناظم صوبہ داروں کے مشورے سے ضروری قواعد مرتب کرے۔ اعلیٰحضرت بندگان عالی متعالی خلد اللہ ملکہ نے اس تجویز کو شرف قبولیت بخشا اور حکم صادر فرمایا کہ صدر اعظم بہادر حسب ہدایات جاری کریں۔

چنانچہ اس ضمن میں ہدایات و قواعد مرتب ہو کر آج جریدہ غیر معمولی میں شائع ہو چکے ہیں تاکہ پبلک ان سے آگاہ ہو جائے اور متعلقہ عہدہ داران کی تعمیل کریں۔

ان قواعد کے تحت صوبہ داروں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے صوبہ کے ہر ضلع میں کسی مقام کا تعین کریں جہاں دورہ کی بحیثیت اور دوا تیر کے مناسب تاریخوں میں کانفرنس منعقد ہوگی اور ان تاریخوں میں کانفرنس منعقد ہوگی۔ اور ان تاریخوں کی وسیع اور موثر تشہیر عمل میں لائی جائے گی۔ اگر تاریخ یا مقام بدل دیا جائے تو اس کی بھی اسی طرح تشہیر کی جائے گی لیکن کسی کانفرنس کو ملتوی کرنے یا منسوخ کرنے کا صرف حکومت ہی کو حاصل رہے گا۔

ہر کانفرنس میں طریقہ کار یہ ہوگا کہ صوبہ دار صاحب بحیثیت صدر نشین کے اپنی افتتاحی تقریر میں ضلع کے اندر مختلف سررشتوں کی سال گذشتہ کی سرگرمیوں پر تبصرہ کریں گے اور حاضرین سے خواہش کریں گے۔ ان سوالات اور مباحث پر جو کانفرنس میں پیش کیا جائے گا سوائے اس صورت کے جب کسی خاص سوال یا بیان کے متعلق پہلے سے استفسار کرنا ضروری ہو۔

ضلع کے جو باشندے کانفرنس میں شرکت کے خواہش مند ہوں انہیں چاہیے کہ کانفرنس کی مقررہ تاریخ سے تیس دن قبل اول تعلقدار صاحب کو اپنے ارادہ کی اطلاع دیں۔ ان میں سے صوبہ دار صاحب بہ مشورہ اول تعلقدار صاحب کانفرنس میں شریک ہونے والوں کا اس طرح انتخاب کریں گے کہ ان کی تعداد تین سو سے زیادہ نہ ہونے پائے اور ان میں ایسے اشخاص شامل رہیں جنہوں نے عوام یا ملک کے مفاد کے لئے کوئی خدمت انجام دی ہو۔ کانفرنس میں مختلف سررشتوں کے صدر اور دوسرے مقامی عہدہ دار بھی جنہیں صوبہ دار صاحب مدعو کریں شریک رہیں گے۔

صوبہ دار صاحب بھی ہر کانفرنس کی روئداد تیار کریں گے اور اسے اپنی رپورٹ کے ساتھ غور و خوض اور کارروائی کی غرض سے حکومت کے آگے پیش کریں گے اور آئندہ کانفرنس کی افتتاحی تقریر میں بتلائیں گے کہ جو بیانات کے ذریعہ جن امور کی جانب ان کی توجہ منعطف کرائی گئی تھی ان کی نسبت کیا کارروائی عمل میں لائی گئی۔

یہ قواعد جو گشتی کی شکل میں تمام صوبہ داروں اور تعلقداروں کے نام جاری ہوئے ہیں اور صدر اعظم بہادر باب حکومت کی ہدایات کے بموجب مرتب کئے گئے ہیں کانفرنس کی غرض و غایت پر خاص طور پر روشنی ڈالتے ہیں۔ کانفرنس کی غرض یہ بتائی ہے کہ حکومت، عہدہ داروں اور دیہات کے باشندوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنا تاکہ ان کے تعلقات زیادہ استوار ہو جائیں۔ مقامی ضروریات کے سلسلے میں دیہات کے باشندوں کو آسانی کے ساتھ براہ راست حکومت کے عہدہ داروں تک پہنچنے کے ذریعے فراہم کرنا نیز حکومت کی جانب سے ان ضرورتوں کی تکمیل میں مزید سہولت پیدا کرنا۔ صوبہ داروں اور تعلقداروں سے یہ کہہ دیا گیا ہے کہ حکومت ان سے یہ توقع رکھتی ہے کہ وہ مذکورہ بالا غرض کی تکمیل میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں گے اور کانفرنس میں صاف اور ہم آہنگی کی فضا پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کریں گے۔ اس سلسلے میں حکومت نے یہ احکام بھی دیئے ہیں کہ وقت کم ہونے کی وجہ سے اس سال ہر صوبے کے صرف ایک ایک ضلع میں کانفرنس منعقد ہو جس کے لئے ماہ تیر ختم ہونے سے پہلے کوئی تاریخ مقرر کر لی جائے۔

اے، آر، پی
شہزادی برار کی شہری دفاعی جماعت برائے خواتین

شہزادی برار کی شہری دفاعی جماعت کی کونسل کے پہلے جلسہ میں شہزادی نیلوفر صاحبہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا "مجھے یقین ہے کہ وہ کسی خطرہ کے وقت ہماری خواتین بھی یہیں اطمینان اور دوسروں کی خواتین کی طرح تمام مصیبتوں کو سکون سے برداشت کریں گی اور بے باک ہمت اور عزم کے ساتھ حالات کا مقابلہ کریں گی"۔

لیڈی ٹاسکر اعزازی معتمد انتظامی نے اپنا بیان پیش کرتے ہوئے واضح کیا کہ ہر ہائی نس شہزادی صاحبہ برار کی دعوت پر ساٹھ خواتین نے شہری دفاع جماعت کی کونسل کی رکنیت قبول کی ہے۔ عہدہ دار خواتین اور بعض دوسری خواتین کی ایک مختصر مجلس عاملہ مقرر کی گئی ہے ضرورت پیش آنے پر اس مجلس کے ارکان کی تعداد میں اضافہ کیا جائیگا۔ اس جماعت کے لئے ایک ہمہ وقتی معتمد کا بھی تقرر ہوا ہے اور کنٹرولر صاحب اے آر پی نے اپنے محکمہ شہری دفاعی جماعت کے دفتر کے لئے ایک کمرہ مخصوص کر دیا ہے جہاں پردہ کا معقول انتظام ہے۔ ساتھ ہی محبوبیہ گرلز اسکول میں معلومات اور استفسار کا مرکز قائم ہے۔ دوشنبہ ۱۳ اردیبہشت سے صدر دفتر اور مرکز استفسار دونوں جگہ کام شروع ہو چکا ہے۔

لیڈی ٹاسکر نے بیان کیا کہ کونسل کے ارکان کا ضروری فریضہ یہ ہے کہ وہ تین علم ختم تقریریں سن کر اے، آر، پی کی معلومات حاصل کریں۔ تمام محلوں میں مختلف زبانوں میں ان تقریروں کا انتظام کیا گیا ہے ان کا سلسلہ بار بار دہرایا جائیگا۔ ان ارکان کا یہ بھی فرض ہے کہ اس میں شریک ہونے کی ترغیب دلائیں۔ جو خواتین ان دو کاموں کے علاوہ مزید اہم کام کرنا چاہتی ہوں وہ ذیل کے فرائض میں سے کسی ایک کو بھی اختیار کر سکتی ہیں۔

۱۔ خواتین وارڈن۔ ۲۔ کھانے پینے کی چیزوں کی سربراہی۔ ۳۔ گھر گھر کا معائنہ۔ ۴۔ دفتری کام۔ ۵۔ ابتدائی طبی امداد۔ ۶۔ تیمارداری جہاں سب میں سے ہے۔

لیڈی ٹاسکر نے ظاہر کیا کہ آمد و رفت کی ترغیب ... کے مطابق ذیلی کمیٹی مقرر ہوئی ہے اگر ضرورت ہو تو ... جائیگا کہ ان خواتین کی ... کی جائے جو اس قسم کی ضرورت کے بغیر خدمت انجام دینے سے قاصر ہوں۔

[illegible]

ہندوستان کا مسئلہ غذا

بقیہ صفحہ اول

اور ان کی پرورش، وہ نباتاتی اشیاء اور ان میں جن کے لحمی اجزاء اونچے درجے کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ اشیاء اور بھی گراں ہیں جن میں حیاتین (وٹامنز) پائی جاتی ہیں جو جسم کی قوت و توانائی بحال رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

قومی اور سیاسی پہلو

بعض محققین کی تحقیق ہے کہ برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ممالک میں بھی قومی طور پر غذائیت کا معیار اطمینان بخش نہیں ہے۔ اور برطانوی عوام غذائیت کے معقول معیار سے بہت کم معیار پر گزارہ کرتے ہیں۔ بالخصوص جہاں تک لحمی اجزاء، حیاتین اور بعض اہم عناصر مثلاً کیلشیم، فاسفورس وغیرہ کا تعلق ہے ان کی خوراک ان غذائی اجزاء کے معقول تناسب پر حاوی نہیں ہوتی اور اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یہ اجزاء مہنگی غذاؤں میں پائے جاتے ہیں۔ اور عام لوگ ان کو خریدنے اور اپنی خوراک کا جزو بنانے پر قادر نہیں ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ غذا کے معیار اور آمدنی کے معیار سے دنیا کے مختلف ممالک میں بے حد مماثلت دیکھتے ہیں۔ اور ان اندازوں کے مقابلہ میں اس امر کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے کہ غذا کا مسئلہ نہ صرف علمی نقطہ نظر سے قابل توجہ ہے بلکہ قومی، سیاسی اور معاشی حیثیت سے بھی نہایت اہم ہے۔ جمعیۃ اقوام نے بھی جو عملی طور پر ایک مردہ جماعت ہے۔ یہ بات تسلیم کرلی تھی کہ افلاس تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ عام لوگوں کو قوت بخش معیاری غذائیں میسر نہیں ہیں اور جب تک یہ تفریق باقی ہے۔ دنیا میں امن قائم ہونا محال ہے۔ معیاری اور معیاری غذا میں لحمی اجزاء (پروٹینز) کی مقدار ایک بالغ شخص کے لئے روزانہ ۷۰ گرام (تقریباً ۶ تولہ) کے حساب سے موجود ہونی چاہئے۔ اس کے علاوہ غذا ایسی ہونی چاہئے جس میں شکری اور نشاستہ اجزاء (کاربوہائیڈریٹ) حیاتین (وٹامن)، کیلشیم، فاسفورس، فولاد اور آیوڈین بھی معقول مقدار میں موجود ہوں۔ مگر کیا ہندوستانیوں کو ایسی معیاری غذا میسر ہوتی ہے؟ اس کے بارے میں میکیرسن نے یہ بات کہی تھی کہ پنجاب کے سوا ہندوستان کے تمام صوبوں کی غذا ناقص ہے۔ اور ہر جگہ عام لوگ جو غذائیں استعمال کرتے ہیں۔ ان میں کوئی اہم جزو ضرور کم ہے۔

ڈاکٹر میکیرسن چند سال پہلے ہندوستان میں ایک فوجی عہدہ پر تھے اور ان کا مستقر مدراس تھا۔ ان کے سامنے ایک طرف جنوبی ہند کے حقیر جسم و جثہ کے باشندے تھے اور دوسری طرف شمالی ہند کے توانا تن و توش والے پٹھان اور سکھ۔ میکیرسن کو اس تفاوت کے اسباب معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اسی زمانہ میں جاپان کے غذائی اداروں کے تجربات بھی دنیا میں شہرت حاصل کر رہے تھے۔ میکیرسن نے ان تجربات کی روشنی میں چوہوں پر انگریزی غذا اور ہندوستان کے اکثر حصوں کی غذا کا تجربہ کیا اور اس تجربہ میں چھ فریقوں اور گروہوں کی غذا سب پر فائق رہی۔ جو گروہ صرف سبزی، ترکاری، چاول، دودھ اور دہی پر مشتمل تھی۔ اور جن چوہوں کو یہ غذا استعمال کرائی گئی وہ دوسرے علاقوں کی غذا سے پرورش پانے والے چوہوں سے ہر حیثیت سے بڑھ گئے۔

اگرچہ میں بھی گوشت کھانے والا بنگالی ہوں، لیکن جہاں تک پروٹین کا تعلق ہے، میں گوشت کا حامی نہیں ہوں اور میرا خیال ہے کہ نباتاتی غذا کھانے والے اپنی ضرورت کے مطابق لحمی اجزاء دودھ وغیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر دودھ اور دودھ کی چیزیں غذا میں معقول مقدار میں شامل ہوں تو غذائیت کی کمی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

ہندوستان کی عام غذا

جہاں تک ہندوستانیوں کی غذا کا سوال ہے۔ اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر غذا میں گندم، ہری سبزیاں، دودھ یا دودھ کی بنی ہوئی چیزیں معقول مقدار میں موجود ہوں تو یہ کافی ہے۔ رہا لحمی اجزاء (پروٹینز) کا مسئلہ تو ذاتی طور پر میرا خیال ہے کہ انسان میں نائٹروجن کا تناسب برقرار رکھنے کے لئے بمشکل ۵۰ گرام (تقریباً پانچ تولے) لحمی اجزاء کا استعمال کافی ہے۔ لیکن اکثر ملکوں میں یہ رجحان ترقی پا رہا ہے کہ بہتر نشو و نما اور قوی توانائی و تندرستی کو اعلیٰ معیار پر لانے کے لئے غذا میں لحمی اجزاء کے تناسب کو کافی بڑھا دیا جائے۔ یہ رجحان عملی طور پر مستحسن ہے۔ اس نظریہ کے ماتحت جاپان اور سیام میں ہر شخص کے لئے غذا میں ۷۰ گرام (تقریباً ۶ تولہ) فی یوم کے حساب سے لحمی اجزاء کا مہیا کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اور روس کے ماہرین علم الاغذیہ نے تو لحمی اجزاء کا تناسب اس سے بھی زیادہ قرار دیا ہے۔

غذا کے لحمی اجزاء کے مسئلہ کو میں اس لئے ذرا زیادہ تفصیل کے ساتھ پیش کر رہا ہوں کہ ہندوستان میں بعض نیم سائنس دانوں کی طرف سے آواز اٹھائی جا رہی تھی کہ لحمی اجزاء کی ۵۰ گرام (تقریباً پانچ تولہ) کی قلیل ترین مقدار ہی ہندوستان کے لئے کافی ہے۔ بات یہ ہے کہ غذا کا مسئلہ سیاسی بھی ہے۔ اور معاشرتی بھی جب ہم اپنی غذا کے لحمی اجزاء کی قلیل ترین مقدار کو دیکھتے ہیں تو ہمارا افلاس سامنے آجاتا ہے۔ جب جیب میں پیسے ہی نہ ہوں تو غذا کی غذائیت کا معیار کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور اس میں لحمی اجزاء کی مقدار کیسے بڑھ سکتی ہے۔

ہمارے ملک میں کئی بار اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ کم سے کم قیمت پر معقول غذا حاصل ہو اور یہ مسئلہ حل کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے چٹکلے بہت ہیں۔ جن سے ہندوستان کے بے شمار غریب لوگوں کی ایک وقتی رہنمائی اور تسلی ضرور حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ حقیقت اب بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کہ عام ہندوستانی جو چیزیں کھا کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں ان کو کسی طرح بھی ان کے جسم کے لئے کافی غذائیت مہیا نہیں کر سکتیں۔ کافی غذائیت کا مطلب یہ ہے کہ کھانے کی چیزوں سے صرف پیٹ بھرنے ہی کی چیزیں مراد نہ لی جائیں بلکہ ان میں ایسے اجزاء بھی ہوں جن کے بغیر جسم [illegible] آدمی کمزور ہو جاتا ہے۔ اور بیمار پڑ جاتا ہے۔

کثرت آبادی

دنیا کا معاشی نظام مرتب ہونا چاہئے کہ ہر شخص کو اس قدر غذا میسر آسکے گی۔ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک چند نفع پرست لوگوں کو اپنا مفاد سب پر مقدم سمجھنے کے مواقع حاصل ہیں اور دنیا کو غربت کا سہارا حاصل نہیں ہے۔ بعض پرانی دقیانوسی ذہنیت کے لوگوں کا یہ جو اندازہ ہے کہ دنیا کی آبادی بہت زیادہ ہو گئی ہے اور اسی وجہ سے قوت بخش غذاؤں کی کمی ہو گئی ہے مگر ان کی بات بالکل غلط اور ناقابل التفات ہے۔

علم الانسان کے ایک شعبہ کے ماہر پادری [illegible] نے اعداد و شمار پیش کرکے بتایا تھا۔ اگر ساری دنیا کی افتادہ اور بیکار زمینوں کو جدید سائنس کے مطابق نئے طریقوں سے کاشت کیا جائے تو قدرتی غذائیں اس قدر مہیا ہو سکتی ہیں کہ دنیا کی موجودہ آبادی سے دس گنی زیادہ آبادی کو بالکل کفایت کر سکیں اور کوئی دقت نہ ہو۔ اور اگر قدرتی ذرائع مفقود بھی ہو جائیں تو بہت سی چیزیں مصنوعی طریقوں سے میسر آسکتی ہیں۔ مثلاً لکڑی سے شکر تیار ہو سکتی ہے جو جرمنی میں کیا جا رہا ہے۔ اور اس کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی کہ کسی روز ہم ہوا سے غذائیں نہ حاصل کر سکیں گے۔ اس وقت ضرورت ہے صرف ایک ایسے معاشی نظام کی جس میں عوام کے مفاد کو فوقیت حاصل ہو۔ اور جس میں علمی اصول اور سائنٹفک طریقے مقدم سمجھے جائیں اور استعمال ہوں۔

یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ ہندوستان کے حالات پیچیدہ ہیں اور ہماری راہ میں بے شمار مشکلات حائل ہیں اس لئے ہماری کوششیں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ ترقی کرنے والے ملکوں نے اپنے ملک کے اپنے غذائی معیار کو بہتر بنانے کے سلسلہ میں بہت کچھ کیا ہے۔ بالخصوص بچوں اور نوجوانوں کی قوت نمو اور طاقت و توانائی کو بڑھانے میں غذائی معیار کی بہتری کا خاص اثر ڈالا ہے۔ انگلستان کے اسکولوں میں ہزاروں بچوں کو روزانہ مفت یا نہایت قلیل قیمت پر دودھ مہیا کیا جاتا ہے۔ فرانس میں سوسائٹیز نیشن نے یہ کام اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ امریکہ میں بھی اس کی طرف خاص توجہ دی جا رہی ہے۔ روس میں ایک ادارے کے ذریعہ غذائی ادارے کام کرتے ہیں۔ جاپان میں ایک غذائی تجربہ گاہ بھی قائم ہے۔ امریکہ میں اس قسم کے اداروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ ان چیزوں سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمیں ہندوستان میں کن راہوں پر چلنا چاہئے۔ اگر حکومت مدد نہیں کرتی تو نہ کرے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ہم اپنی مدد کیوں نہ کریں۔ کیا اس ملک کی کارپوریشن اور بڑے شہروں کی میونسپلٹیاں آگے بڑھ کر نہیں کر سکتیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ اپنی آمدنی کا ایک معقول حصہ شیر خوار بچوں کی نشو و نما اور توانائی و تندرستی کو ترقی دینے پر صرف کریں۔ اسکول کے بچوں کے لئے مفت یا قلیل قیمت پر دودھ مہیا کریں۔ شیر خوار بچوں کے لئے خالص دودھ کی بہم رسانی بھی ضروری ہے۔ ان کے لئے دودھ کے مرکز قائم کئے جا سکتے ہیں۔ کارپوریشن یا دوسرے ادارے چاہیں تو نفع بازی کی بنیاد پر نہیں بلکہ عام [illegible] ہوٹل اور ریستوران جاری کر سکتے ہیں۔ جن میں ماہرین کے زیر نگرانی ایسی غذائیں تیار کی جائیں۔

بقیہ صفحہ ۱۱ پر

تمدن انسانی کا انتشار

(بقیہ صفحہ ۵)

بہ سے زیادہ مجبور ہو چلے وہ وہاں انسانوں کو ہلاکت کے غار میں دھکیل رہے۔ اخلاقی محرکات سے زیادہ دولت انسانی زندگی میں اعمال پر حاوی ہے۔ اور وہ انسانی زندگی کے انتشار کی بڑی علامت ہے۔ سیاسی وقار، سماجی عزت و احترام بہت بڑی حد تک آج کل دولت کے ذریعہ خریدا جاسکتا ہے۔ حکومتیں آج اہل زر کے قبضہ میں ہیں۔ نہ صرف ملکوں و قوموں بلکہ انسانیت کی قسمت کا فیصلہ بھی اہل زر کر رہے ہیں۔ لندن اور نیویارک کے یہودی ساہوکار ان ملکوں کی سیاسی پالیسی میں بہت حد تک دخل انداز ہیں۔ ہندوستان کے ارواڑیوں کا اپنی دولت کے باعث ملکی معاملات میں کچھ کم اثر نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ بعض جگہ انسان کی معاشی تنگی میں مزید کچھ بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض جگہ اجتماعی تحریکات کے باعث اس معاشی زندگی کی اصلاح بھی ہوئی ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی انسانیت کا کوئی معاشی نظام نہیں ہے۔ اس میں کوئی نظر و تربیت نہیں ہے۔ اس کا کوئی پرسان حال نہیں۔ وہ دوسرے بڑے حصے کے جڑا ہوا نہیں ہے۔ اس بیٹے انسانیت کا بیشتر حصہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہے اور اس کی زندگی کی احتیاجات بھی پوری نہیں ہوتی ہیں۔

طبقاتی تفوق

اقوام کی قومی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی زیادہ تسلی بخش دکھائی نہیں دیتی۔ تقریباً تمام ملکوں میں غریبوں اور امیروں میں ایک کشمکش جاری ہے۔ امراء کو اپنی دولت کے باعث اقتدار حاصل ہے۔ وہ اپنی دولت کے باعث حکومتوں پر قابض ہیں اور اپنے طبقہ کے مفاد کی خاطر کے لئے ہر قسم کے قوانین بناتے رہتے ہیں۔ جن ملکوں میں غرباء کو اپنی حالت کا احساس نہیں ہے وہ خاموشی سے اس تمام ظلم و ستم کو برداشت کرتے ہیں۔ لیکن اب ایسے بہت ہی کم ممالک ہیں جہاں غریبوں کو اپنی حالت کا احساس نہ پیدا ہو گیا ہو۔

امیروں اور غریبوں کی اس باہمی خلیج کے باعث ہر جگہ قومی زندگی میں ایک انتشار پیدا ہو گیا ہے۔ ایک کشمکش ہے جو لاحق ہے۔ قوت اور ذہن بجائے متحدہ طور پر بڑے انسانی بہبودی کے تخلیقی کام کرنے کے لئے آپس کی طبقاتی جنگ میں اپنی طاقت صرف کر رہی ہے۔

قوموں کے سامنے بحیثیت مجموعی انسانی فلاح و بہبود کا کوئی نصب العین نہیں ہے وہ خود صرف اپنی قومی زندگی اور اس کے مفاد کو سب سے اعلیٰ نصب العین تصور کرتی ہیں۔ ہر قوم خود کو دنیا کی سب سے بہتر قوم سمجھتی ہے۔ جرمن سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا کی سب سے بہتر قوم ہیں اس لئے انہیں دنیا پر چھا جانا چاہئے۔ انہیں جرمن جھنڈا تمام دنیا پر حاوی کر دینا چاہئے۔ انگریز سمجھتے ہیں کہ تمام دنیا کی بادشاہت ان کا قدرتی حق ہے جس کا اظہار اس قومی گیت میں ہوتا ہے۔

برطانیہ لہروں پر حکومت کرتا ہے

جاپان کا خیال ہے کہ وہ فطری طور پر مشرق کا راہنما ہے اس لئے مشرق اس کا تابع فرمان ہونا چاہئے۔ اور جرمن قوم کی فوقیت کے خیال کے ساتھ نسلی تحریک کے

ہندوستان کو فراہمی رسد کا مرکز بنایا جائیگا

نئی دہلی ۲۲ اپریل۔ آج یہاں ایک صحافتی کانفرنس میں مسٹر آر۔ کے۔ شانمکھم چیٹی نے کہا کہ بحر اوقیانوس اور جنوب مشرقی ایشیا کی فوجی صورت حال کی وجہ سے یہ فوری ضرورت لاحق ہوگئی ہے کہ ہندوستان کو مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید میں اقوام متحدہ کے لئے فراہمی رسد کا مرکز بنایا جائے۔ امریکہ نے ہندوستان کو امریکی ٹیکنیکل مشن روانہ کرنے سے متعلق حکومت ہند سے اتصال پیدا کیا اور حکومت ہند نے اس مشن کے روانہ کرنے کے متعلق اپنی رضامندی ظاہر کی۔

توقع ہے کہ یہ مشن اس طریقہ سے کام کرے گا جس سے ہندوستان کے تمام وسائل پورے پورے استعمال میں آسکیں اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے مسٹر شانمکھم نے کہا کہ مشن ان ابتدائی مراحل پر توجہ کرے گا۔ جن پر فوراً عمل کیا جاسکتا ہے یہ بھی توقع کی جاتی ہے کہ یہ مشن طویل المیعاد و معقول تجاویز کا بھی مطالعہ شروع کرے گا۔ طویل المیعاد کی اصطلاح کا اطلاق ۱۰ یا ۱۲ سال کی مدت پر ہوگا۔ یہ یاد رہے کہ یہ مشن زمانہ امن کی ضروریات کے لئے ہندوستانی وسائل صنعت قائم کرنے

...ملک کے باعث اب نسلی برتری کا خیال بھی شامل ہو گیا ہے۔ ہٹلر اور اس کے ساتھی اور ان برگستے یہ نظریہ پیش کیا کہ دنیا کی سب سے اعلیٰ اور برگزیدہ قوم آریہ ہے۔ جرمن قوم چونکہ آریہ ہے اس لئے وہ بھی سب سے اعلیٰ قوم ہے۔

آج کل جس قومیت کا یورپ میں دور دورہ ہے وہ ترقی پسند وطنیت کی اخلاقی قومیت نہیں ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ قومیں آزاد طریقہ پر اپنے مادی نفسی اور اخلاقی قویٰ کی اس طرح ترقی کریں کہ وہ انسانیت کے لئے مفید ثابت ہوں بلکہ اس قومیت کا دور دورہ ہے جس کا امام میکاولی تھا۔ میکاولی نے اقوام کو سکھایا کہ سب سے اعلیٰ مقصد خود غرضی ہے اور اس خود غرضانہ مقاصد کے حصول کے لئے ہر قسم کے اخلاقی اور غیر اخلاقی ذرائع کو اختیار کرنا میں اخلاق ہے انسانیت بحیثیت مجموعی کوئی وجود نہیں رکھتی بلکہ صرف اقوام کا وجود ہے۔ ان اقوام کو اپنا مفاد حاصل کرنے کے لئے اگر انسانیت کی ہیبانہ بھی اختیار کرنا پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(باقی آئندہ)

...کے لئے نہیں بیچا گیا ہے بلکہ صرف خود یا شاہ جنگ کو فتح کرنے کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ اس کی مرکزی توجہ ہوائی ہلاک و اسلحہ سازی جنگ سے رہے گا۔ مختصر اس کا کام اسلحہ کوں اور فنی ماہرین سے وہ کھے گا۔

اس مشن کے اغراض و مقاصد کے متعلق جو بعض غلط فہمیاں ہو گئی ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر شانمکھم نے صاف طور پر کہا کہ اس مشن کی غرض ہرگز یہ نہیں ہے کہ امریکی صناعوں کو ہندوستان میں کارخانے قائم کرنے میں مدد پہنچائی جائے گی اس مشن سے تو صرف یہی توقع کی گئی ہے کہ وہ ہندوستان میں ان چیزوں کے بنانے میں مدد دے جن سے جنگ چلانے میں بالواسطہ یا براہ راست کام لیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہوگا وہ ہندوستان کی ملکی تصور ہوگی۔

قانون قرضہ و پٹہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس معاملہ میں ہندوستان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائیگا جو برطانیہ و آئرلینڈ کے ساتھ کیا گیا تھا۔

ہندوستان کا مسئلہ غذا

(بقیہ صفحہ ۱۰)

جو خوش ذائقہ ہونے کے ساتھ غذائیت کے لحاظ سے بھی اہم ہوں اور کم خرچ بھی ہوں۔ ان میں بعض باتیں ایسی ہیں کہ ان پر مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو فوراً اپنی توجہ مبذول کرنی چاہئے اور اگر وہ نہ کریں تو کارپوریشن اور بڑے شہروں کی میونسپلٹیاں ان کام کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ [illegible]

ہوائی حملے کے وقت

اگر آپ کھلے مقام پر ہوں
تو زمین پر اوندھے منہ لیٹ جائیے
اگر مکان کے اندر ہوں
تو پھر اندر ہی رہیے

(محکمہ اطلاعات حیدرآباد)

اعظم پریس یا [illegible] میں چھپ کر باہتمام سید حسن (اختابہ) از دفتر ملت سائیکل پرسے شائع ہوا۔